امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 61/71 | مورخہ ۶ رمحرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۶ راگست ۲۰۲۱ء روز سوموار | شمارہ نمبر 32

اس شمارہ میں

- اللہ اور رسول اللہ کی باتیں، دینی مسائل
- یادوں کے چراغ، کتابوں کی دنیا
- حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ
- حکایات اہل دل
- باشعور اور بے شعور انسان
- چیف جسٹس آف انڈیا کے......
- واقعہ کربلا؛ دروس ونصائح
- پروفیسر ابوالکلام کی تنقید نگاری
- سمت سفر کا شعور
- چائلڈ اسمگلنگ کا سامان نہیں......

بیٹیوں کی حفاظت کیجئے!

حضرت مولانا محمد شمشاد صاحب رحمانی، قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ، بہار اڈیشہ وجھار کھنڈ

بھارت میں ایک بار پھر شدھی تحریک نے اپنے قدم جمانے شروع کردیئے ہیں، مسلم لڑکیوں کا ہندو لڑکوں کے دامِ محبت میں گرفتار ہوکر مذہب تبدیل کرنے اور ایک ساتھ زندگی گذارنے کے واقعات میں، تیزی سے اضافہ ہونے لگا ہے، حالانکہ ایمان جیسی عظیم نعمت و دولت کے مقابلہ میں عشق ومحبت، اور ہوس پرستی کی کوئی حیثیت نہیں ہے؛ لیکن جس انداز سے ارتداد کی لہر چل رہی ہے وہ آندھی بن کر ہمارے گھروں کو تباہ وبرباد کررہی ہے، یقیناً یہ افسوس کا مقام ہے، اگر بروقت اس پر روک، تھام کی کوششیں نہیں کی گئیں، تو مستقبل میں اس کا انجام بھیانک اور خطرناک ہوسکتا ہے۔

شدھی تحریک کیا ہے؟ بات 1923 کی ہے، ایک ہندو مذہبی رہنما سوامی شردھانند نے مسلمانوں کو اسلام مذہب چھوڑ کر ہندو مذہب میں داخل کرنے کی غرض سے بھارتیہ ہندو شدھی مہاسبھا نام کی ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی، شدھی کے معنی پاک کرنے کے ہیں، اس کے بینر تلے مسلمانوں کو ہندو مذہب میں تبدیل کرنے کی مہم چھیڑ دی گئی، اس گھناؤنے کھیل میں غریب، بے بس، لاچار، اور دینی تعلیم سے دور مسلمانوں سے ہمدردیوں کو خاص طور پر نشانہ بنایا گیا، کہیں پیسے کے لالچ دیئے گئے، کہیں مجبور کیا گیا، محض تین سال کی مدت میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں کا مذہب تبدیل کردیا گیا۔

23 دسمبر 1926ء کو دہلی کے نیا بازار میں اس تنظیم کا بانی سوامی شردھانند قتل کردیا گیا، جس کی وجہ سے یہ فتنہ دب گیا تھا، اور اس تحریک کا بھی خاتمہ ہوگیا، بہار کے ضلع چمپارن، چھپرہ اور اترپردیش کے گورکھپور میں اس تحریک سے ہزاروں مسلمان مرتد ہوگیے تھے، بانی امارت شرعیہ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد اور اس وقت کے مبلغین کی جد وجہد سے اس پر قابو پایا گیا تھا اور ہزاروں مسلمان تائب ہوکر دوبارہ حلقہ بگوش ہوئے تھے، ہندو مہاسبھا تحریک نے ایک بار پھر اس کو منظم کرنے کی کوشش شروع کردی ہے اور مضبوط پلان کے ساتھ اس کام کو انجام دیا جارہا ہے، آج کی صورتِ حال اس سے مختلف نہیں ہے، سب کچھ وہی ہے، بس نام بدل دیا گیا، پہلے شدھی نام رکھا گیا، اور اب گھر واپسی جیسے ناموں سے بھولے، بھالے مسلمانوں کو دام فریب میں پھنسانے کی کوششیں کی جارہی ہیں، پونم پانڈے کی ایک رپورٹ کے مطابق گھر واپسی کے نام پر مسلم لڑکیوں کو ہندو بنانے کی مکمل تیاری ہوچکی ہے۔ آر ایس ایس سے وابستہ تنظیم ہندو جاگرن منچ نے یوپی سے اس کا آغاز کردیا ہے اور ان کا ٹارگیٹ ہے کہ 6/مہینے کے اندر صرف یوپی میں 2100/مسلم لڑکیوں کا مذہب تبدیل کروانا ہے، جس کے لئے ہندو جاگرن منچ کی طرف سے آگرہ میں پریس کانفرنس کرکے باضابطہ اس بات کا اعلان بھی کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہندو جاگرن منچ کے ریاستی صدر راجو چوہان نے نامہ نگاروں سے بات کرتے ہوئے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ یوپی کی ہندو سنگھٹن کی سبھی تنظیموں کو 6 مہینے کے اندر کم سے کم 2100 مسلم لڑکیوں کو ہندو گھروں میں لانا ہے۔ اس درمیان چوہان نے یہ بھی دعوی کیا ہے کہ صرف ہمارے پاس 150 ہندو لڑکے موجود ہیں جو مسلم لڑکیوں کے رابطہ میں ہیں وہ شادی بھی کرنا چاہتے ہیں لیکن ڈر کی وجہ سے نہیں کرپارہے ہیں، ہم اُن 150/ہندو لڑکوں کی مسلم لڑکیوں سے شادیاں کروائیں گے اور اُن کی حفاظت بھی کریں گے، ساتھ ہی ہم اُن ہندو خاندانوں سے رابطہ کریں گے جن کے گھر میں شادی کے لائق لڑکے ہیں ہم انہیں بھی کہیں گے کہ وہ بھی مسلم لڑکیوں سے شادی کریں۔ اس کے علاوہ ہم اُن اسکولوں میں جائیں گے جہاں مسلم لڑکیاں زیادہ پڑھتی ہیں اور انہیں بھی ہندو لڑکوں سے شادی کرنے کے لئے سمجھائیں گے"۔

یہ صرف پونم پانڈے کی رپورٹ اور چوہان کا اقرار واعلان نہیں ہے، بلکہ اس پر بہت ہی مضبوطی کے ساتھ پورے ملک میں کام بھی شروع ہوچکا ہے، منصوبہ بندی کے تحت اپنے اپنے علاقہ کے اسکولس، کالجیز، یونیورسیٹز، اور کام کرنے کی جگہوں پر مسلم لڑکیوں سے پہلے تو میٹھی میٹھی باتیں کی جاتی ہیں، انہیں جان، بوجھ کر کسی پریشانی میں ڈال کر پھر نکالنے کی کوششیں کی جاتی ہیں، جھوٹی ہمدردی اور خیر خواہی کا ڈرامہ کیا جاتا ہے، یہاں تک کے بھولی، بھالی اور معصوم لڑکیوں کا اعتبار ویقین حاصل کیا جاتا ہے، پھر انہیں، محبت، پیار، اور عشق کی گولی دی جاتی ہے، ان کا دماغ اس طرح واش کیا جاتا ہے کہ وہ اپنا گھر، والدین، بھائی، بہن، سماج، معاشرہ، یہاں تک کے اپنا مذہب چھوڑنے کے لئے تیار ہوجاتی ہیں، ان کی ٹریننگ اس طرح کی جاتی ہے کہ وہ ایک خدا کے بجائے 360 خداؤں کی پوجا کرنا بھی اپنے لئے معیوب نہیں سمجھتی ہیں، بلکہ اپنے ہی مذہب کے خلاف باغی ہوجاتی ہیں، مہاراشٹر میں 19/مسلم لڑکیوں کی جو فہرست سامنے آئی ہے کہ وہ غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ شادی کرنا چاہ رہی ہیں، بہت چونکانے والا ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ

> ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
> کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

یاد رکھئے! پیار، محبت، عشق، چاہے جس خلوص کے ساتھ انجام دیا گیا ہو، اسلام کی نگاہ میں شادی سے پہلے یہ جائز نہیں ہے، نکاح ایک مقدس عبادت ہے، اور یہی زوجین کے مابین الفت ومحبت کا بھی ذریعہ ہے، مگر اس کے لئے اسلام ضروری ہے، اگر ان میں سے کسی ایک میں بھی اسلام نہ ہو، تو الفت ومحبت کا قیام ممکن نہیں ہے، چونکہ اسلام شرک وبت پرستی کا سخت مخالف ہے، اسی لئے قرآن کریم میں مردوں سے کہا گیا ہے کہ: مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو، جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، اسی طرح عورتوں کے بارے میں مردوں کو ہدایات دی گئی ہیں، کہ: اپنی عورتوں کو مشرکین کے نکاح میں مت دو، جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، یہ اسی بات کو بتلانے کے لئے ہے کہ زوجین کے مابین محبت، الفت اور مودت ورحمت اسی وقت ممکن ہے جب تک کہ وہ دونوں مسلمان ہوں، مخالفت کی صورت میں وقتی طور پر ممکن ہے کہ محبت ہو بھی جائے، لیکن یہ محبت پائدار نہیں ہوسکتی ہے، آج ایک عورت کے بارے میں وی ڈیو کے ذریعہ خبر وائرل ہوئی ہے کہ وہ مسلمان تھی، پیار کے دام فریب میں کسی غیر مسلم سے شادی کرلی، چار سال ہوگئے، ایک بچی ہے، شوہر دھمکی دے رہا ہے تمہاری بچی کو ماردیں گے، سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ وہی لڑکی ہے جس نے اپنے گھر والوں کے ساتھ ساتھ، مذہب اسلام جیسی عظیم الشان دولت سے بھی بغاوت کرلی تھی، لیکن آج وہ دردر بھٹک رہی ہے، اور یہ کوئی نیا واقعہ نہیں ہے، اس طرح کے واقعات ہر آئے دن بڑی تیزی سے وقوع پذیر ہورہے ہیں، اس کے باوجود اگر ہماری بہنیں اور بیٹیاں اپنے ایمان کا سودا کررہی ہیں، تو شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

صورتِ حال یقیناً بہت ہی زیادہ تکلیف دہ ہے، مگر اس سیلاب کو دیکھ کر آگے بڑھ جانا کوئی دانشمندی نہیں ہے، اس کو روکنا بیحد ضروری ہے، سب سے پہلی ذمہ داری تو ماں، باپ کی ہے، کہ وہ اپنی بچیوں کی حفاظت کریں، مخلوط تعلیم سے حتی الامکان انہیں بچائیں، ان کی جان، پہچان، اور دوستی کن کن لڑکوں اور لڑکیوں سے ہورہی ہے، اس پر کڑی نگرانی رکھیں، عید، بقرعید، یا ہندوؤں کے کسی تہوار کے موقع پر ان کا آنا، جانا کدھر ہورہا ہے؟ صرف یہ کہہ کر خاموش نہ رہیں کہ ابھی تو بچی ہے، یاد رکھئے! یہ آپ کی بیٹیاں ہیں، جس طرح ان کی جسمانی صحت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردیتی ہیں، ایمان کی فکر اس سے زیادہ ضروری ہے، اس لئے کہ ایمان واسلام کوئی معمولی چیز نہیں ہے، دنیا اور دنیا کے سارے ساز وسامان کو بھی اگر جمع کردیا جائے تو بھی ایمان کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا ہے، اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت صرف اسلام کی حالت میں آئے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ راوی ہیں، وہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کیا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا ہے (ایمان کو نہیں چھوڑنا ہے) اگرچہ تمہیں ٹکرے ٹکرے کردیا جائے، یا جلادیا جائے۔ (بقیہ صفحہ ۱۴ رپر)

اخلاقی بیماری

"الفاظ مفت میں ملتے ہیں، ان کے انتخاب پر منحصر ہے کہ آپ کو ان کی قیمت ملے گی یا چکانی پڑے گی۔ ☆ وقت اور سمجھ ایک ساتھ خوش نصیب لوگوں کو ملتے ہیں، ورنہ وقت پر سمجھ نہیں آتی اور سمجھ آنے پر وقت نہیں ہوتا۔ ☆ ان ساری اقدار وروایات کو آگ لگادیجئے جو انسانوں کے دل سے رحم اور اعلیٰ ظرفی نکال دیتی ہے۔ ☆ دوسروں کو محبت کی نگاہ سے دیکھوگے تو خوبیاں ہی نظر آئیں گی اور نفرت کی نگاہ سے دیکھوگے تو خامیاں ہی خامیاں نظر آئیں گی۔" (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

"ذات پات ہندوستانی سماج کی ایک سچائی ہے، جس کی کوئی اَن دیکھی نہیں کرسکتا، ہمارے سماج اور سیاست میں ذات پات کی بنیاد پر ہی تمام امور طے ہوتے ہیں، سبھی سیاسی جماعتیں ذات کی بنیاد پر ہی اپنا انتخابی طریقہ کار ترتیب دیتی ہیں اور امیدواروں کا انتخاب بھی اسی بنیاد پر کرتے ہیں، آخر جب پچھڑے اور قبائل کی مردم شماری ہوسکتی ہے تو دوسرے طبقات کی اس بنیاد پر مردم شماری کیوں نہیں ہوسکتی۔"

(ہندوستان ۲۷ رجولائی ۲۰۲۱ء)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

مشورے سے کام کیجئے

''یہ اللہ ہی کی رحمت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے نرم خو ہیں، اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے بھاگ لئے ہوتے، لہذا آپ انہیں معاف کردیں، ان کے لئے مغفرت کی دعا کریں اور اہم معاملات میں ان سے مشورہ لیا کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ رکھیں، بے شک اللہ بھروسہ کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں'' (سورہ آل عمران: ۱۵۹)

مطلب:۔ اجتماعی زندگی میں بہت سے نشیب وفراز اور اتار و چڑھاؤ آتے رہتے ہیں، کبھی ایک کا دوسرے سے اختلاف رائے ہوتا ہے اور کبھی طریقہ کار اور نقطہ نظر کا اختلاف ہوتا ہے، ایسے نازک حالات میں امام اور امیر کو ایمانی بصیرت اور دینی حکمت کے ساتھ مسئلہ کو حل کرنا چاہئے، جس میں نہ کسی کی دل آزاری ہو اور نہ ہی دل میں کسی کے خلاف نفرت وعداوت پروان چڑھنے دے بلکہ دانشمندانہ طریقے سے ہر ایک کی رائے کا احترام کرتے ہوئے صائب فیصلہ دے، اگر کسی سے کوئی اجتہادی غلطی ہو جائے تو عفو و درگذر سے کام لے اور اپنے مامور کے حق میں دعا خیر کرتا ہے اور ساتھ ہی ہر قابل غور معاملات میں ان سے مشورے بھی کیا کرے، مذکورہ آیت کا پس منظر اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ غزوہ احد کے موقعہ پر بعض صحابہ نے میدان یا مورچہ چھوڑ دیا تھا، جس کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعی طور پر صدمہ پہونچا، چنانچہ رب ذوالجلال نے اس آیت کو نازل فرما کر اپنے رسولؐ کے غم کو ہلکا کیا اور صحابہ کی بھی دل جوئی کی اور دونوں کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا، پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم خوئی ونرم مزاجی کی تعریف فرمائی اور صحابہ کی غلطیوں پر مشتعل نہ ہونے کی تلقین کی اور حسب سابق اپنے فیصلوں اور مشوروں میں انہیں شامل کرنے کی تعلیم دی، جس سے مشورہ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، چونکہ مشورہ میں یہی ہوتا ہے کہ جماعت کے فرد میں سے ہر فرد اپنے علم اور قابلیت کے مطابق اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے، ایک دوسرے کے نظریات آپس میں ملتے ہیں، اس کے بعد ہی ایک اچھا فیصلہ سامنے آتا ہے، تاہم امیر اس کا پابند نہیں ہے کہ وہ اپنے رفقاء کے مشورہ پر ہی عمل کرے، بلکہ اس کی نگاہ اللہ پر ہو اور رفقاء کے مشورے کی روشنی میں اللہ جو بات اس کے دل میں ڈالیں، اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل پیرا ہو جائے، گویا لوگوں کا اعتماد امیر پر ہو اور امیر کی نظر اللہ پر ہو، گویا کہ مشورہ، اجتماعی معاملات کے حل کا ایک بنیادی عنصر ہے جس کے بغیر سیاست شرعیہ نامکمل رہتی ہے، بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ عمر سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے اور باہم مشورہ کرنے کے بعد اس کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرے تو اللہ تعالی کی طرف سے اس کو صحیح اور مفید صورت کی طرف ہدایت مل جاتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مشورہ میں خیر ہے، البتہ مشورہ ایسے لوگوں سے لینا چاہئے جو موجودہ لوگوں میں تفقہ اور عبادت گذاری میں معروف ہو اگر نادانوں سے مشورہ کرتے رہے، تو ممکن ہے کہ نقصان اٹھانا پڑے اس لئے ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ عقلمندوں سے مشورے لیا کرو اور اس کے خلاف نہ کرو ورنہ ندامت اٹھانی پڑے گی، اسلئے مشورہ کی سنت کو زندہ اور تازہ رکھئے ان شاء اللہ کبھی نقصان نہیں اٹھانا پڑے گا۔

دین آسان ہے

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین آسان ہے اور دین کے ساتھ کوئی پہلوانی نہ کرے، مگر یہ کہ دین اس کو پچھاڑ دے گا، پس تم میانہ روی اختیار کرو اور قریب قریب رہو اور خوشخبری حاصل کرو اور صبح وشام اور آخری شب کے اوقات سے اپنے کاموں میں مدد حاصل کرو'' (بخاری شریف، باب الدین یسر)

وضاحت:۔ اسلام بالکل آسان مذہب ہے، چاہے اس کے عبادات وریاضت کے طریقے ہوں یا نظافت وپاکیزگی کا معاملہ، سابقہ ادیان کے مقابلہ میں اس میں بڑی سہولت وآسانی رکھی گئی ہے، ذرا غور کیجئے کہ اہل کتاب کے یہاں ناپاک کپڑے بغیر کاٹے پاک نہیں ہو سکتے تھے، لیکن اسلام میں نجاست خواہ کسی طرح کی ہو تین مرتبہ دھونے سے کپڑے پاک ہو جاتے ہیں، اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو مختلف طرح کی نعمتوں سے نوازا، ان انعامات کی فراوانی کا تقاضا تھا کہ بندے کی کوئی ساعت بندگی سے خالی نہ ہو، لیکن صرف پانچ وقت کی نمازیں فرض کیں اور وہ بھی مختلف اوقات میں ادا کرنے کا حکم دیا، روزہ بارہ مہینوں میں صرف ایک ماہ رکھنے کا تاکیدی حکم ملا پھر اس میں بھی یہ آسانیاں رکھی گئیں کہ جو شیخ فانی اپنی عمر کی وجہ سے روزے کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے اس کے حق میں روزہ کا بدل فدیہ قرار دیا، اسی طرح زکوۃ اور حج صرف مالداروں اور صاحب حیثیت پر فرض ہے غرباء ومساکین اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، گویا کہ دین حد درجہ آسان ہے، اب جبکہ دین اسلام اس قدر سہل وآسان ہے تو عبدیت کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ عزیمت کی حالت میں عزیمت پر عمل کرے اور رخصت کے موقعہ پر رخصت سے فائدہ اٹھائے، ہر موقعہ پر رخصت کی تلاش بددینی ہے اور ہر موقعہ پر عزائم کی تمنا حد سے تجاوز ہے، بلکہ ان دونوں کے درمیان میانہ روی اور استقامت کی راہ اختیار کرے، جس کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اسی پر عمل کرے اور چونکہ اللہ تعالی کے ذکر سے دل کو قوت وطاقت ملتی ہے، اس لئے صبح وشام اور رات کے کچھ حصہ میں تسبیح وتحمید کا بھی اہتمام کیا جائے، اسی لئے صوفیاء ومشائخ فجر وعصر کے بعد اذکار کی تعلیم اور تسبیحات کو قلوب انسانی کے تزکیہ کے لئے اکسیر تصور کرتے ہیں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

ماہ محرم اور اس کے رسوم وبدعات:۔

س: محرم الحرام کے ذریعہ ہجری سال کا آغاز ہوتا ہے، اس مہینہ کا استقبال کس طرح کرنا چاہئے، اسلامی تعلیمات کیا ہیں، اس مہینہ میں تعزیہ سازی، سینہ کوبی، نوحہ وماتم، ڈھول باجا، مرثیے گانا، یا علی یا حسین کا نعرہ بلند کرنا، کھچڑا اور سبیل وغیرہ بہت سارے رسوم ہیں جو انجام دیئے جاتے ہیں اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اس میں نہ صرف شریک ہوتی ہے بلکہ ہر طرح ان چیزوں کو انجام دیتی ہے یا پھر اس میں مدد کرتی ہے، شریعت میں ایسے کاموں کی کیا حیثیت ہے؟

ج: محرم الحرام وہ مبارک ومحترم اور پاکیزہ مہینہ ہے جس سے ہجری سال کا آغاز ہوتا ہے، اس سال کا استقبال وآغاز انتہائی پاکیزگی، شریعت کی مکمل پاسداری، اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری اور روزے کے اہتمام سے کرنا چاہئے، اس محترم اور باعظمت مہینہ کو غم وسوگ، ماتم وتعزیہ، ڈھول تاشہ باجا، کھچڑا، سبیل اور طرح طرح کے واہیات وخرافات اور رسم ورواج سے جکڑ دینا اسلامی تعلیمات کے سخت خلاف ہے، ان چیزوں کا ثبوت کتاب وسنت، صحابہ کرام، تابعین وتبع تابعین کسی سے نہیں ہے، یہ سب رسم ورواج اور بدعات ہیں جن سے بچنا اور ماہ مبارک کو پاک کرنا نہایت ضروری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی رسم پیدا کی جو اس میں نہیں تھی تو وہ مردود ہوگی۔

"من أحدث فی أمرنا هذا مالیس فیه فهو رد" (صحیح البخاری: ۲۶۹۷، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

"کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار" (سنن نسائی: ۱۵۷۹، کتاب صلاة العیدین، باب کیف الخطبة)

آپ نے ارشاد فرمایا: جس نے رخسار پیٹا، گریبان چاک کیا اور جاہلیت کا نعرہ بلند کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

"لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاهلیة" (صحیح البخاری: ۱۲۹، کتاب الجنائز، باب لیس منا من ضرب الخدود)

مفتی محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ پر رسم تعزیہ داری، سیاہ پوش ہونا، ڈھول تاشے بجانا اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس کی اصل کیا ہے؟

اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت یقیناً ایک دردناک حادثہ ہے اور خاندان نبوت سے عقیدت ومودت کا تعلق رکھنے والوں کیلئے روح فرسا واقعہ ہے سب کو اس سے عبرت حاصل کرنا لازم ہے کہ حق پر کس طرح قائم رہنا چاہئے، کسی جابر طاقت کے سامنے جھکنے سے جام شہادت نوش کرنے کا مقام بہت بلند ہے، لیکن یہ انتہائی بدقسمتی اور حرماں نصیبی ہے کہ جرأت اور حق گوئی کا سبق حاصل کرنے کی جگہ پر ان جاہلانہ اور زمانہ مراسم نے قبضہ کرلیا ہے اور اب ان ہی کے ذریعہ حق وفاداری ادا کیا جاتا ہے اور مذکورہ سوال میں بعض چیزیں مکروہ ہیں، بعض بدعت سیئہ ہیں، بعض حرام ہیں، بعض درجہ شرک تک پہونچے ہوئے ہیں، اہل سنت والجماعت کے مسلک سے ان کا کوئی ربط نہیں ہے، یہ روافض کا شعار ہے ان کی صحبت کا اثر بے علم یا بے عمل اہل سنت والجماعت میں پھیل گیا ہے ان کا بند کرنا ضروری ہے (فتاوی محمودیہ: ۳/۲۷۷)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

محرم میں ذکر شہادت حسین رضی اللہ عنہ کرنا اگرچہ بروایات صحیح ہو، یا سبیل لگانا، شربت پلانا یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں (تالیفات رشیدیہ: ۱۳۲)۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تعزیہ کے ساتھ جو معاملات کئے جاتے ہیں ان کا معصیت وبدعت بلکہ بعض کا قریب بہ کفر وشرک ہونا ظاہر ہے، اس لئے اس کا بنانا بلاشک ناجائز ہوگا اور چونکہ معصیت کی اعانت معصیت ہے اس لئے اس میں باچھ یعنی چندہ دینا یا فرش وفروش وسامان وروشنی سے اس میں شرکت کرنا سب ناجائز ہوگا اور بنانے والا اور اعانت کرنے والا دونوں گنہگار ہوں گے (امداد الفتاوی: ۵/۲۸۷)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ فرماتے ہیں:

''تعزیہ بنانا، اس کی تعظیم کرنا، اس سے منت مرادیں مانگنا چومنا، علم نکالنا، دلدل بنانا، تخت اٹھانا، مینڈھی نکالنا، مرثیہ پڑھنا، ماتم ونوحہ کرنا، چھاتیاں کوٹنا یہ سب کام ناجائز حرام اور مفضی الی الشرک ہیں، شریعت مقدسہ ایسے کاموں کی اجازت نہیں دیتی، یہ اسلامی توحید اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور سچی تعلیم کے خلاف ہیں اور عقل صحیح بھی ان کی اجازت نہیں دیتی، سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کے کارناموں میں اس قسم کی فضولیات کا نام ونشان نہیں (کفایت المفتی: ۱/۲۳۵)

مولانا احمد رضا خان بریلویؒ فرماتے ہیں:

محرم شریف میں سوگ کرنا حرام ہے (عرفان شریعت: ۱/۷)

محرم شریف میں مرثیہ خوانی میں شرکت ناجائز ہے (عرفان شریعت: ۱/۱۶)

تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض اور روگردانی کریں اس کی جانب دیکھنا بھی نہیں چاہئے (عرفان شریعت: ۳/۱۵)

تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے جو قطعاً بدعت وناجائز اور حرام ہے (رسالہ تعزیہ داری حصہ دوم)۔ فقط واللہ تعالی اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 61/71 شمارہ نمبر 02 مورخہ ۶/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۶/اگست ۲۰۲۱ء بروز سوموار

اتحاد ملت کانفرنس

ملک کی ۱۷/ملی تنظیموں کی شراکت سے اجتماعی قیادت ابھارنے، مسلکی منافرت دور کرنے اور مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کے لیے اتحاد ملت کانفرنس کا انعقاد دہلی کے ہوٹل ریورویو میں ۸/اگست ۲۰۲۱ء کو کیا گیا، کانفرنس کے کنوینر آل انڈیا ملی کونسل کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد منظور عالم اور آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے کارگزار جنرل سکریٹری حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم مشترکہ طور پر تھے، شرکت کی دعوت مجھے بھی آئی تھی، اپنی معروفیات کی وجہ سے دوسرے سیشن میں آن لائن شریک ہوکر تقریر وتجویز سے مستفیض ہوسکا، نظام الاوقات میں امارت شرعیہ کے نمائندہ کو خیالات کے اظہا کا کوئی وقت نہیں دیا گیا تھا، اس لیے بات ساعت سے آگے نہیں بڑھ سکی، حالاں کہ پورے ہندوستان میں کلمہ کی بنیاد پر اتحاد امت کا نعرہ سب سے پہلے آج سے ایک سو سال قبل امارت شرعیہ نے ہی لگایا تھا اور آج بھی وہ اپنے اس موقف پر سختی سے قائم ہے اور اس کی جدوجہد سے ان ریاستوں میں جو اس کے دائرہ کار میں شامل ہیں، خاصی کمی آئی ہے، اور اتحاد کی فضا بنی ہے۔

اس کانفرنس میں اجتماعی قیادت کے ساتھ آپسی روابط اور تعاون پر خاصہ زور دیا گیا، اور اختتام پر نو (۹) نکاتی فارمولہ اور چھ نکاتی قرارداد پر ملی قائدین نے اتفاق کیا، اللہ کرے، اس کے قبل ایڈووکیٹ محمود پراچہ نے بھی ایک میٹنگ بلائی تھی، جس میں ذرائع ابلاغ کو میٹنگ سے دور رکھا گیا تھا، دو چار روز اس کا چرچا رہا، لیکن پھر ایسی خاموشی چھائی، جسے ''صدائے برنہ خواست'' سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ماضی میں مسلم مجلس مشاورت آل انڈیا ملی کونسل وغیرہ کا قیام بھی اسی نعرہ کے ساتھ ہوا تھا، اس کے کس قدر اثرات سامنے آئے اس سے ہر پڑھا لکھا طبقہ واقف ہے، حالیہ کانفرنس کے قبل اجتماعی قیادت کے عنوان سے بعض مضامین بھی پڑھنے کو ملے، جس میں اجتماعی قیادت کا مفہوم ہی واضح نہیں تھا، نظام الاوقات میں ایک مجلس کے چار پانچ صدر کے ناموں کے اندراج سے لگا کہ شاید اجتماعی قیادت کا یہی مفہوم ہے، ایسا پہلی بار ہی دیکھنے میں آیا کہ ایک ہی مجلس کے کئی لوگ مشترکہ صدر ہوں، دیکھنے اور لکھنے میں یہ بات جس قدر بھی بھلی لگے، لیکن عملی نہیں ہے، ہمیں اتحاد امت کے لیے عملی تگ ودو کی زیادہ ضرورت ہے، تجاویز اور قرارداد پاس کرنے اور سمینار سمپوزیم قائم کرنے کی روایت قدیم ہوچکی ہے، اس سے بیداری کا کام لیا جاتا رہا ہے، آج بھی لیا جاسکتا ہے، ضرورت اس سے آگے کے لیے پیش بندی پامردی اور فروعی اختلافات کو دور کرنے کی ہے، اور یہی اس وقت کرنے کا بڑا کام ہے۔

اجلاس کے دوسرے دن اسی عنوان سے اُسی مقام پر ایک دوسری اتحاد ملت کانفرنس ہوئی، بعض تنظیموں کے ذمہ داروں نے اس میں بھی شرکت کی، اس دوسری کانفرنس کو پہلی کانفرنس کا رد عمل نہیں سمجھنا چاہیے، کیوں کہ کانفرنس کی تیاری ایک دن میں نہیں ہوتی، مہینوں کی محنت کے بعد انعقاد ممکن ہوتا ہے۔ اس کے لیے ملی قائدین پر خاصی محنت کرنی پڑتی ہے، تنظیمی اور جماعتی اتحاد سے اوپر اٹھ کر کسی مجلس میں شریک ہونا آسان نہیں ہے، دونوں کانفرنس، اس کی قرارداد اور فارمولہ کی ہم حمایت کرتے ہیں، اتحاد کی دعوت کسی کی طرف سے بھی آئے، امارت شرعیہ کا ہر دور میں موقف یہی رہا ہے کہ ہم اس کے ساتھ ہیں، کیوں کہ فروعی مسائل کو عمل کے لیے محدود کرنے اور اجتماعی مسائل میں متحد ہوکر کام کرنا ہمارا شعار رہا ہے، گو دوسری تنظیموں کے یہاں یہ رواداری پہلے بھی مفقود تھی، اور آج بھی محدود ہے۔ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اختلاف کی سرحدوں کو پہچاننا چاہیے اور فروعی مسائل کو اجتماعی مفاد کے لیے بالائے طاق رکھ دینا چاہیے۔ ہم لوگوں کے کام کا طریقہ یہی ہے اور ہم نے اس سے سرمو انحراف کبھی نہیں کیا ہے۔

ان دونوں کانفرنس کے سلسلہ میں ہمارے نوجوان دوستوں کی طرف سے بہت سارے بیانات آئے جو زیادہ تر سوشل میڈیا پر نشر ہوئے۔ کئی تحریروں میں حالات کی خطرناکی کے قرارواقعی احساس کے باوجود عصر حاضر میں کام کے طریقوں سے نوجوان مایوس بھی تھے اور نالاں بھی، حالاں کہ اسلام قنوطیت کے بجائے رجائیت کا قائل ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ **لاتقنطوا من رحمة الله** اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو اور یہ کہ **لا تيئسوا من روح الله الا القوم الكفرون** اللہ کی رحمت سے کافر ہی ناامید ہوا کرتے ہیں۔ اس لیے ہمارے جوانوں کو قائدین ملت پر اعتماد رکھنا چاہیے، نوجوان اگر ان تجربہ کار قائدین کا ساتھ دیں گے تو بات بنے گی، علم، حوصلہ، جذبہ کے ساتھ تجربہ نہ ہو تو کبھی کبھی بات بگڑ جاتی ہے، نوجوانوں کا جوش وجذبہ، تجربہ کار قائدین کے مشوروں کی روشنی میں آگے بڑھے تو ہندوستان میں ملت اسلامیہ کی سربلندی کے راستے کھلیں گے اور کام آگے بڑھے گا۔

اس سے انکار نہیں کہ یہ بہت مشکل کام ہے اور شاید ہندوستان کی تاریخ کا سب سے مشکل مرحلہ آج مسلمانوں کے سامنے ہے، لیکن قوت ارادی اور جوش کے ساتھ ہوش بھی برقرار رہے تو اس مرحلہ کو آسان کیا جاسکتا ہے۔

ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ ایسی کانفرنس دسیوں پہلے ہوچکی ہیں، ملت کو اس کا کیا فائدہ پہونچا، بات پورے طور پر نہیں جزوی طور پر صحیح بھی ہے، لیکن تھک ہار کر بیٹھ جانے کے بجائے ایک اور تجربہ کرنا بُرا نہیں ہے، شاید ملک کے جو حالات اس وقت ہیں اس کی وجہ سے ہمارے قائدین کچھ کر گزریں، کیوں کہ خارجی حالات بھی اسی کے متقاضی ہیں کہ متحد ہوکر کاموں کو آگے بڑھایا جائے۔

نوعمروں میں خودکشی کا بڑھتا رجحان

نیشنل کرائم رکارڈ بیورو (این سی بی) کی رپورٹ کے مطابق ۱۹-۲۰۱۷ کے درمیان چوبیس ہزار پانچ سو اڑسٹھ (۲۴۵۶۸) لڑکے لڑکیوں نے خودکشی کی، جن کی عمر چودہ (۱۴) سے اٹھارہ (۱۸) سال کی تھی اور جن میں سے بیش تر کو یا تو امتحان میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا، یا محبت میں انہیں بے وفائی ہاتھ آئی تھی، بعض حالات میں مہلک بیماری، جنسی استحصال، نشہ خوری، ناجائز حمل بے روزگاری اور غربت بھی اس کام پر آمادہ کرتی رہی ہے، خودکشی کرنے والوں کے ذہن میں ان مصائب ومسائل سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے یہی ایک حل سمجھ میں آتا ہے، چنانچہ وہ موت کو گلے لگا لیتے ہیں، یہ ایک منفی سوچ ہے اور سوچ کو بدلنا آسان نہیں ہوا کرتا۔

صنفی اعتبار سے دیکھیں تو ۲۰۱۷ء میں آٹھ ہزار انتیس (۸۰۲۹)، ۲۰۱۸ء میں آٹھ ہزار ایک سو باسٹھ (۸۱۶۲) اور ۲۰۱۹ء میں آٹھ ہزار تین سو ستتر (۸۳۷۷) لڑکیوں نے خودکشی کرلی، یہ اعداد وشمار اس لیے ذکر کیے گیے ہیں، تاکہ اندازہ لگایا جاسکے کہ لڑکیوں میں خودکشی کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے، حالاں کہ اعداد وشمار کے اعتبار سے امتحانات میں ان کی کامیابی کا تناسب لڑکوں سے کہیں زیادہ ہے، اور ایک سے دس تک پوزیشن حاصل کرنے والوں میں وہ گذشتہ کئی سالوں سے سرفہرست رہا کی ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکیوں میں خودکشی کا رجحان امتحان میں ناکامی سے نہیں، محبت میں چوٹ کھانے، ناجائز جنسی تعلقات کے نتیجے میں حاملہ ہونے سے بڑھا ہے، جنسی بے راہ روی کی شکار یہ لڑکیاں مغربی طرز معاشرت کے نتیجے میں اپنا سب کچھ کھو دیتی ہیں اور جب آگے کوئی راستہ باعزت زندگی گذارنے کا نہیں دکھتا تو موت کو گلے لگالیتی ہیں، یہ ایک دردناک حقیقت ہے۔

ان حالات میں ضروری ہے کہ مغرب کی اندھی نقالی اور بود وباش کے انداز کو بدلا جائے، عفت وعصمت کے ساتھ پاکیزہ زندگی گذارنے کی نئی نسل کو تربیت دی جائے اور امتحان کا خوف بھی دلوں سے نکالا جائے، اگر کوئی لڑکا یا لڑکی فیل ہوجائے تو اسے ڈانٹ ڈپٹ اور بُرا بھلا کہنے کے بجائے حوصلہ دلایا جائے کہ آئندہ اچھی تیاری کے ساتھ اچھے نمبرات سے کامیابی کے امکانات بڑھ گیے ہیں، یہ بات بھی ذہن میں بٹھانے کی ہے کہ مرض اللہ دیتے ہیں اور شفا بھی ان کے ہاتھ ہے اس لیے زندگی سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، بے روزگاری اور غربت کو استمرار اور دوام نہیں ہے، مال آنی جانی ہے، اس لیے اس کی وجہ سے موت کو گلے لگانا عقل مندی نہیں، بزدلی ہے، اس لیے خودکشی سے ہر حال میں اجتناب کرنا چاہیے، یہ جسم وجان ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے اور امانت کی حفاظت ہماری شرعی، اخلاقی، ایمانی اور سماجی ذمہ داری ہے۔

مُلّے کاٹے جائیں گے

ملک میں جو نفرت کی آندھی چل رہی ہے، اس میں بھڑکانے والے نعرے اور فرقہ پرستی کو فروغ دینے پر دستور میں جو سزائیں مذکور ومرقوم ہیں وہ سب کاغذی بن کر رہ گئی ہیں۔ ۸/اگست ۲۰۲۱ء کو جنتر منتر پر بی جے پی اور آر اس اس کے لوگوں نے جمع ہوکر اشتعال انگیز نعرے لگائے، ان کا نعرہ تھا ''مُلّے کاٹے جائیں گے، رام رام چلائیں گے'' دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا، چند قدم پر پولیس چوکی ہے، اسے ان لوگوں پر دارو گیر کی توفیق نہیں ہوئی، کیوں کہ مثل مشہور ہے، ''سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کا'' یوٹیوب پر جب یہ منظر وائرل ہوا تو بادل ناخواستہ دہلی پولیس نے نامعلوم لوگوں کے خلاف اف آئی آر درج کیا، حالاں کہ وہ سب جانے پہچانے چہرے تھے اور پولیس والوں کو ان کے بارے میں جانکاری تھی۔

بات جب آگے بڑھی تو پولیس والوں کو تھوڑی سمجھ آئی اور انہوں نے چھ ملزموں کو گرفتار کرنے میں کامیابی حاصل کی، لیکن ان پر دفعات اتنے ہلکے لگائے گئے کہ اس بھیڑ کی قیادت کرنے والا سنگھی لیڈر اشونی اپادھیائے چوبیس گھنٹے کے اندر ضمانت پر رہا ہو گیا۔ اس واقعہ کے رد عمل میں ۹/اگست کو مسلمانوں نے جنتر منتر پر اپنی جگہ احتجاج کیا تو پولیس والے بڑے مستعد نظر آئے، دفعہ چوالیس لگادیا اور گاڑی بھر بھر کر مسلم نوجوانوں کو جنتر منتر سے باہر نکالا، ظاہر ہے پولیس کا یہ عمل خالص جانب داری پر مبنی ہے، فرقہ پرستوں کی حرکتوں پر دارو گیر نہ کرنا اور مسلمانوں کو پکڑ کر بند کردینا یہ ہندوستان میں چل رہی نفرت کی آندھیوں کا ثمرہ ہے، آخر کس طرح ان حالات پر قابو پایا جاسکتا ہے، ہمارے ملی قائدین کو اس بارے میں سوچنا چاہیے، اتحاد ملت کی کوششیں مستحسن، لیکن ان کے پاس تحفظ مسلمین کے لیے کیا فارمولہ ہے اس کو بھی عام کرنا چاہیے، ورنہ ہمارے نوجوان اسی طرح پکڑے جاتے رہیں گے اور ان پر یو اے پی اے، پوٹا اور بغاوت کے دفعات لگا کر ان کی زندگی تباہ کی جاتی رہے گی، برسوں کے بعد عدالت ان کو بے گناہ کہے گی تو عمر جوانی، اثر ورسوخ اور خاندانی وجاہت سب کچھ ختم ہوچکا ہوگا، اس لیے فرقہ پرستی کا جو پانی سر سے اونچا ہوتا جارہا ہے، اس سے بچنے، بچانے کی ترکیب غرق آبی سے پہلے ضروری ہے، کاش کہ ہماری قوم اسے سمجھ پاتی۔

ذات کی بنیاد پر مردم شماری

کورونا کی وجہ سے مردم شماری کا عمل مؤخر ہوتا چلا گیا، لیکن اب اس مہلک مرض کا اثر کم ہوا ہے، تو اکیسویں صدی کی تیسری دہائی کے لئے مردم شماری کا آغاز کیا گیا ہے، بی جے پی کو چھوڑ کر تمام سیاسی پارٹیوں کا مطالبہ ہے کہ اس بار کی مردم شماری ذات پات کی بنیاد پر ہو؛ تاکہ اس کا فائدہ پس ماندہ ذات اور قبائل کو مل سکے۔

بی پی منڈل کمیشن نے اس سلسلہ میں جو سفارشات کی تھیں اس کو ۷/اگست ۱۹۹۰ء کو اس وقت کے وزیر اعظم وی پی سنگھ نے نافذ کیا تھا، یہ سفارشات ۱۹۳۱ء کی مردم شماری پر مبنی تھیں، اب جبکہ نوے سال گذر گیے ہیں اور اعداد وشمار میں بڑی تبدیلی آچکی ہے تو مردم شماری میں اس کو ملحوظ رکھنا چاہیے، بہار اسمبلی میں پہلے ہی دو بار یہ تجویز منظور ہوچکی ہے، اس لیے بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار اور یہاں کی دوسری سیاسی پارٹیاں اس مسئلہ پر مرکزی حکومت پر دباؤ بنا رہی ہیں، یہ دباؤ کس قدر کارگر ہوتا ہے، یہ کہنا ابھی قبل از وقت ہوگا، لیکن اس کی معقولیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ جب سیاسی پارٹیاں انتخاب کے موقع سے ساری منصوبہ بندی اور محاذ آرائی ذات پات کی بنیاد پر کرتی ہیں، تو دیگر ترقیاتی کاموں میں اسے ملحوظ رکھنے میں کوئی دشواری نہیں ہونی چاہیے۔ اس سے کمزور طبقات میں حکومت کی پکڑ مضبوط ہوگی اور انہیں ملازمتوں میں مناسب حصہ داری مل سکے گی۔ لیکن یہ کام مرکز کے دائرہ کار میں ہے، اس لیے سبھی کو انتظار مرکزی حکومت کے فیصلہ کا ہے، مرکزی حکومت کا فیصلہ اس کے خلاف آیا تو احتجاج، مظاہرے، اور دھرنے کے امکانات سے انکار نہیں کیا جاسکتا، جیسا منڈل کمیشن کی سفارشات کو نافذ کرنے کے لیے کیا گیا۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ — کلک: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

الحاج عتیق احمد ناصریؒ

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی مجلس شوریٰ ارباب حل وعقد، مدرسہ اسلامیہ شکر پور بھرواڑہ، مدرسہ رشیدیہ رسول پور نستہ دربھنگہ اور عیدگاہ کمیٹی بھرواڑہ کے رکن مدرسہ ناصر العلوم ناصر گنج کے بانی حاجی عتیق احمد (ولادت ۲۰/دسمبر ۱۹۵۲) بن مولانا محمود عالم (م ۲۹/مئی ۱۹۸۸) بن ڈپٹی عبد الصمد یا دعلی بن وارث علی بن قاضی احمد ساکن ناصر گنج نستہ وایا بھرواڑہ ضلع دربھنگہ کا ۲۸/جولائی ۲۰۲۱ء مطابق ۱۸/ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ روز بدھ شام کے چار بجے پر انتقال ہوگیا، وہ عرصہ دراز سے صاحب فراش تھے، لیور نے کام کرنا بند کر دیا تھا، پیٹ میں پانی بھر جاتا تھا، جسے وقفہ وقفہ سے نکالا جاتا تھا، تکلیف بے حد تھی، لیکن زبان پر کلمات شکر کے علاوہ کچھ نہیں آتا تھا، انتقال کے دن صبح صادق سے ہی غسل دلانے کے لیے اصرار کر رہے تھے، غسل دلانے کے بعد اوراد واذکار کے ساتھ فجر کی نماز لیٹے لیٹے ادا کی، ساڑھے چھ کے قریب کھڑکیاں کھولنے کو کہا، اور یہ بھی کہ پانچ مہمان آرہے ہیں، لوگوں نے دیکھا تو کہیں کوئی نہیں تھا، سات بجے کے قریب کوما میں چلے گیے اور شام میں جان جان آفریں کے سپرد کر دیا، انتقال کے وقت ان کی عمر انہتر سال تھی، چہرے پر ایک اطمینان اور سکون تھا، جیسے عمر بھر کی بے قراری کو قرار آگیا ہو، جنازہ رات کے دس بجے ان کے چچازاد بھائی اور بہنوئی مولانا حسین احمد ناصری سابق استاذ دار العلوم مئو اعظم گڈھ نے پڑھائی اور قبرستان میں پانی بھرے ہونے کی وجہ کر اپنے آرامشین کے مشرقی حصے میں جو گھر سے متصل ہی ہے، تدفین عمل میں آئی۔ احقر محمد ثناء الہدیٰ قاسمی اور اکابر علماء نے بڑی تعداد میں شرکت کی، حضرت مولانا قاری شبیر احمد صاحب ان کے صاحب زادہ مولانا ندیر احمد قاسمی، مدرسہ اسلامیہ شکر پور بھرواڑہ اور قرب وجوار کے دیگر مدارس کے اساتذہ اور ذمہ داران کی شرکت نے لوگوں کے دلوں پر ان کی حکمرانی کو ثابت کر دیا، ان کی وصیت تھی کہ جنازہ میں شریک کوئی آدمی بغیر کھائے نہ جائے، چنانچہ ان کے صاحب زادگان مولانا انوار رشادی اور مفتی محمد سلیم قاسمی نے پکڑ پکڑ کر کھانا کھلانے کا اہتمام کیا، اور دیر رات تک یہ سلسلہ جاری رہا، پس ماندگان میں چھ لڑکیاں، اہلیہ اور دو لڑکے کو چھوڑا۔ شادی رکسیا روئی سید پور مظفر پور حسن توحید صاحب کے دختر نیک اختر سے تھی۔

حاجی عتیق احمد صاحب سے میرے تعلقات دور طالب علمی سے تھے، مولانا حسین احمد ناصری صاحب دار العلوم میں میرے مربی تھے، اس حیثیت سے میرا آنا جانا ناصر گنج نستہ لگا ہی رہتا تھا، عید، بقرعید کے ایام میں تو لازما حاضری ہوتی، ایسے ہر سفر میں ان سے ملاقات ہوجایا کرتی، کیوں کہ وہ عمر کے سولہویں سال سے ہی تجارت سے وابستہ تھے اور تجارت بھی چاہے وہ کانداری ہو یا اینٹ بھٹے کی، لکڑی کا کام ہو یا بلڈنگ میٹریل کی فروختگی سب وہ اپنے گھر کے آس پاس ہی کیا کرتے تھے، دور طالب علمی کے علاوہ وہ باہر نہیں گئے اور نہ کہیں دوسری جگہ گاؤں چھوڑ کر قیام کیا۔

ابتدائی تعلیم مدرسہ محمود العلوم دملہ سے پائی جہاں ان کے والد بزرگوار ان دنوں استاذ تھے، پھر مدرسہ امدادیہ دربھنگہ گئے، وہاں سے دار العلوم اور مفتاح العلوم مئو اعظم گڈھ جانا ہوا، اور عربی پنجم تک کی تعلیم پانے کے بعد گھریلو حالات کے پیش نظر تجارت میں لگ گیے اور زندگی کے آخری دم تک تجارت کو ہی ذریعۂ معاش بنائے رکھا، وہ اسلامی افکار واقدار کے سلسلے میں غیر معمولی حساس تھے، مال ودولت کی فراوانی کے باوجود انہوں نے اپنی بچیوں کو اسکولی تعلیم سے دور رکھا، اور دونوں صاحب زادگان کو بھی مدرسہ میں تعلیم دلائی، ۱۹۹۲ء میں گاؤں میں ہی مدرسہ ناصر العلوم قائم کیا، تاکہ علاقہ میں تعلیم کو فروغ نصیب ہو، اپنے بچوں کو تجارت کے ساتھ مدرسہ کے لیے فکرمندی بھی سکھائی، وہ انتہائی مخیر اور مدارس کے لیے فکرمند انسان تھے، ان کے دروازہ سے کوئی خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا، مہمانوں کی ضیافت ان کی عادت تھی اور عطر ان کے یہاں کا مخصوص تحفہ، بیماری کی حالت میں بھی اس کا بے پناہ خیال تھا، انتقال سے چند دن قبل میں حاضر ہوا تو بے حد تکلیف میں ہونے کے باوجود مختلف قسم کے اشیاء اکل وشرب صاحب زادگان کو لانے کو کہا، اور جب تک کھلا نہیں لیا، بٹنے نہیں دیا، یہ ان کا خاص مزاج تھا۔

اسلامی اقدار کا یہ حال تھا کہ تصویر کشی سے حد درجہ اجتناب کرتے، گھر کی دیواریں اور کھڑکیاں اس انداز کی لگائی تھیں کہ اچٹتی ہوئی نگاہ بھی کسی کی گھر تک نہ پہونچے، آخری حد تک شرعی پردہ کا خیال رکھتے۔

اللہ رب العزت نے انہیں بے پناہ جرأت دی تھی، وہ ہر ابتلاء وآزمائش کا مردانہ وار مقابلہ کرتے، غیروں میں ان کا رعب ودبدبہ ایسا تھا کہ آنکھ اٹھانے کی جرأت کسی کی نہیں ہوتی تھی، یہ حالت اچانک نہیں ہوگئی تھی، اس کے لیے انہوں نے سخت مزاحمت کی تھی، اسی مزاحمت کے نتیجے میں بھرواڑہ میں ان کی کروڑوں روپے مالیت کی دوکان لٹ گئی، کئی عدد مقدمات ان کو لڑنے پڑے تھے لیکن حق گوئی وبیباکی ہمیشہ قائم رہے، کبھی کبھی بعض معاملات میں فون وغیرہ کرانے میں میرا بھی استعمال کرتے اور مجھے ان کے کام آکر خوشی محسوس ہوتی۔

۱۹۸۹ء میں ہم لوگوں نے ایک ساتھ حج کی سعادت حاصل کی تھی، سفر میں وہی سادگی کاندھے پر ایک کپڑے کا جھولا، ضرورت کے کچھ سامان اور بس، سارا وقت حرمین شریفین میں گذارا، اوقات کی حفاظت کی اور بہت کچھ ثواب اپنے ساتھ لے آئے، عام دنوں میں بھی اوراد واذکار اور تلاوت قرآن کا خاص معمول تھا، ہر نماز کے بعد تسبیحات کا خصوصی اہتمام کرتے، بیعت طریقہ نقشبندیہ میں مولانا محمد طلحہ نقشبندی خلیفہ ومجاز پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی سے تھے، اکثر وبیشتر نمازوں میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ باجماعت نماز کا اہتمام کیا کرتے تھے، وہ مجھ سے عمر میں کچھ بڑے تھے، لیکن تعلقات میں بے تکلفی تھی، پہلے ہم عمری کی وجہ سے اور بعد میں میرے داماد کے ماموں ہونے کی وجہ سے، جب انقلاب میں میرا مضمون شائع ہوتا تو فون پر اپنی رائے دیتے، خوشی کا اظہار کرتے، کبھی کبھی بعض موضوعات پر مضامین لکھنے کے لئے ترغیب بھی دیتے۔

امارت شرعیہ کے وفد کے دورہ کے موقع سے خصوصا بیت المال کے استحکام کے لیے فکرمند ہوتے خود بھی دیتے اور دوسروں کو بھی ترغیب دینے سے باز نہیں آتے تھے، ترکہ کی تقسیم کا انہیں خاص خیال تھا، بہنوں کا حصہ ادا کیا اور اس مسئلہ میں شریعت کی پاسداری پورے طور پر ملحوظ رہی۔

سیاست میں بھی ان کی اچھی پکڑ تھی، اور گاہے گاہے، وہ انتخاب کے موقع سے اپنے پسندیدہ امیدوار کے لیے اپنے صرفہ سے دورہ بھی کرتے تھے، وہ پارٹی نہیں امیدوار دیکھتے تھے، امیدوار ٹھیک ہے تو وہ کسی بھی پارٹی کی حمایت کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔

ڈاکٹروں کو دکھانے کے لیے ان کا آنا جانا پٹنہ لگا رہتا تھا، بعض دفعہ امارت شرعیہ میں قیام کی نوبت آئی، وہ اپنا کھانا گھر سے بنوا کر لیتے آتے اور انہیں معلوم ہوتا کہ میں امارت میں ہوں تو میرے حصہ کا کھانا بھی ساتھ لاتے اور ممکن ہوتا تو میری پسندیدہ ڈش کی رعایت بھی ملحوظ رکھتے۔

عتیق بھائی کا خانوادہ ہر اعتبار سے اس علاقہ کا ممتاز خانوادہ ہے، مدرسہ امدادیہ دربھنگہ کی بنیاد پہلے نستہ میں ہی پڑی تھی، حاجی منور حسین، مرید خاص حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا تعلق اسی خانوادہ سے تھا، بعد میں مدرسہ امدادیہ دربھنگہ منتقل ہوا، علم کے سوتے یہاں سے پھوٹے، یہی وجہ ہے کہ آج بھی یہاں بڑی تعداد میں علماء پائے جاتے ہیں، جن کی خدمات کا دائرہ ملک ہی نہیں بیرون ملک میں بھی پھیلا ہوا ہے۔

اس کے باوجود اثر ورسوخ، رعب ودبدبہ، مال وثروت میں اس گاؤں ان جیسا میں کوئی دوسرا نہیں ہے، ان کے جانے سے بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے، اللہ رب العزت ان کے صاحب زادگان کو اس خلا کو پُر کرنے اور اس مقام کو باقی رکھنے کا حوصلہ اور توفیق عطا فرمائے اللہ رب العزت حاجی عتیق صاحب کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، اب یہی دعا ان کے کام آنے والی ہے، اللہ بس باقی ہوس

کتابوں کی دنیا — کلک: ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

زمانہ ان کو بھلانہ دے

سیتامڑھی شہر سے اٹھارہ (سرکاری: ۲۰) کلو میٹر پورب اور پوپری سے آٹھ (سرکاری: ۵) کلو میٹر پچھم میں مسلمانوں کی ایک مردم خیز بستی شیر پور عرف آواپور آباد ہے، پرگنہ نان پور اسٹیٹ اور ترہت کمشنری میں واقع یہ گاؤں دو پنچایت اتری اور دکھنی میں منقسم ہے، یہ گاؤں سڑک اور ریلوے لائن دونوں سے جڑا ہوا ہے، یہاں کے ریلوے اسٹیشن کا افتتاح ۱۵/اکتوبر ۱۹۷۰ء کو ہوا تھا، گاؤں کا تھانہ اور سب ڈویژن پوپری ہے اور تھانہ نمبر ۸۷، یہاں کے ڈاک خانہ کا پن کوڈ ۸۴۳۳۱۴، اور گاؤں کا نمبر ۲۱۹۷۱۲ ہے، ۷۹۶ ہیکٹر آراضی پر واقع اس گاؤں کی کل آبادی ۲۰۱۱ء کی مردم شماری اور مکان شماری کے مطابق ۱۱۸۹۷ ہے، جو چار ہزار دوسو چھبیس گھروں میں بودوباش کرتے ہیں، یہاں کا قریبی شہر جنک پور روڈ پوپری ہے، اس گاؤں میں مرد ۹۸۵۵ اور عورتیں ۹۱۱۶ ہیں، صفر سے چھ سال تک کے بچے ۳۷۷۳ ہیں، جو پوری آبادی کا ۱۹،۸۹ فی صد ہیں، یہاں ایک ہزار مرد پر نوسو پچیس لڑکیاں ہیں جو بہار کے عمومی تناسب ۹۱۸ کے مقابل زیادہ ہے، یہاں کی خواندگی کا تناسب ۵۶،۰۳ جو پورے بہار کے مجموعی تناسب ۶۱،۸۰ سے کم ہے، عورتوں میں یہ تناسب ۴۹،۱۴ اور مردوں میں ۶۲،۳۵ ہے، مختلف میدانوں میں کام کرنے والے لوگ پانچ ہزار چھ سو سترہ ہیں، جن میں چار ہزار پانچ سو پچھتر مرد اور ایک ہزار بیالیس عورتیں ہیں، یومیہ مزدوری کرنے والے لوگ ایک ہزار چار سو سینتالیس ہیں، جن میں ایک ہزار ستر مرد اور تین سو سینتیس عورتیں ہیں۔

آواپور تاریخ کے ہر دور میں علماء، صلحاء، صوفیاء، صاحب فکر ونظر دانشوران کا مرکز رہا ہے، حضرت مولانا صوفی رمضان علی، حضرت مولانا محمد سلیمان، حضرت مولانا محمد یونس اور حضرت مولانا محمد آفاق قاسمی رحمہم اللہ اسی سرزمین کے گل سرسبد تھے، جنہوں نے ملی، تعلیمی، سماجی خدمات کے ذریعہ اس گاؤں کا نام روشن کیا، ان نفوس قدسیہ کی خدمات کے تابندہ نقوش آج بھی جادہ ثبت ہیں، اور اہل فکر ونظر اس سے منزل کا سراغ پاتے ہیں۔

ان دنوں آواپور کی پہچان پورے ہندوستان میں مولانا محمد انوار اللہ فلک قاسمی ہیں، جن کی ملی دردمندی، اصلاح معاشرہ کی فکرمندی اور تعلیم کے میدان میں علاقہ کو آگے بڑھا کر بلندی عطا کرنے کی جد جہد نے انہیں ایک اعلیٰ مقام عطا فرمادیا ہے، وہ بہترین خطیب بھی ہیں اور ادارہ سبیل الشریعہ آواپور شاہ پور کے بانی مبانی بھی، ان کی خطابت سے پورا ہندوستان مستفیض ہوتا ہے، ادھر لاک ڈاؤن کی وجہ سے جب ان کی متنوع مشغولیات پر پابندی لگ گئی اور اسفار دشوار ہوگئے تو انہوں نے یک سو ہو کر لکھنا شروع کیا، اور مختلف موضوعات پر خوب لکھا، تقریر کا سارا جوش اور ساری تعبیرات تحریر میں در آئیں، میری خواہش تھی کہ آواپور کے بزرگان دین کا کوئی تذکرہ مرتب ہوجاتا، الحمد اللہ مولانا آواپور کے چار اساطین کا تذکرہ "زمانہ ان کو بھلانہ دے" کے عنوان سے کتابی شکل میں مرتب کر دیا، ان حضرات کے احوال وآثار کے ضمن اور بین السطور میں آواپور کی علمی، ملی اور سماجی تاریخ بھی مرتب ہوگئی ہے جو آئندہ نسل کے لیے کاموں کو آگے بڑھانے میں ممد ومعاون ہوگی۔

آدمی کتنا بھی بڑا ہو، رسولوں کو چھوڑ کر کسی کے لیے یہ کام ممکن نہیں کہ وہ اپنے پورے اہداف اور منصوبوں کو اپنی زندگی میں مکمل دیکھ لے، آدمی منصوبے بناتا ہے فکر کرتا ہے، لیکن اس کی حیات مستعار کا ورق الٹ جاتا ہے، اور وہ بسا اوقات اپنی محنت کے شجر کو بار آور ثمر کی شکل میں نہیں دیکھ پاتا ہے، پھر ایسی محنت کا حاصل کیا ہے، جسے وہ دیکھ نہ سکے، خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ہمالیہ کی چوٹی تک پہونچنے کے لیے کسی ایک انسان کا زینہ تیار کر دینا ممکن نہیں، لیکن اتنا تو ہوگا کہ آنے والی نسلوں کو اس کے اوپر کے زینے تیار کرنے ہوں گے، اور منزل تک پہونچنا آسان ہوجائے گا، آواپور کے بزرگوں نے ایک شاہ راہ بنائی ہے، اس پر مولانا محمد انوار اللہ فلک صاحب کام کو آگے بڑھا رہے ہیں، ان کے کاموں میں معاونت سے منزل تک پہونچنا آسان ہوجائے گا۔

یہ مجموعہ ایک گاؤں کے صرف چار علماء کے تذکروں پر مشتمل ہے، ان میں تاریخی تحقیق کے سارے عناصر کو برتا گیا ہے، لیکن سیتامڑھی صرف آواپور شاہ پور کا نام نہیں ہے، پورے سیتامڑھی کے علماء اور بزرگان دین کا تذکرہ مرتب کرنے کا کام ابھی باقی ہے، یہ قرض بھی ہے اور فرض بھی، دیکھئے یہ سعادت کس کے حصے میں آتی ہے۔

میں اس اہم کتاب کی ترتیب اور اکابر کے سوانحی خاکوں کی تحقیق پر مولانا محمد انوار اللہ فلک صاحب کو مبارک باد دیتا ہوں، اور توقع رکھتا ہوں کہ کورونا کی وحشت و دہشت کے اختتام کے بعد بھی ان کا قلم چلتا رہے گا، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو قبول عام وافادہ تام نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین، وصلی اللہ علی النبی الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

Scanned with CamScanner

قسط ہفتم

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور تحریک مدارس

حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ

تحریک دیوبند کے نمائندے

اس موقع پر اس کا اظہار بھی ضروری ہے کہ تحریک دیوبند کو جن علماء دیوبند نے مختلف نوعیتوں اور حیثیتوں سے پروان چڑھایا اور آگے بڑھایا ان میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا محمد الیاس کاندھلوی، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی، مولانا سید مناظر احسن گیلانی، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، حکیم الاسلام مولانا محمد طیب، مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا محمد میاں منصور انصاری، مولانا سید منت اللہ رحمانی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی، مولانا سید محمد میاں دیوبندی، مولانا سعید احمد اکبرآبادی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ مشاہیر علماء دیوبند اور ان کے کارناموں پر مختلف کتابیں موجود ہیں۔ ان کے مطالعہ سے ان کا کام اور پیغام سامنے آسکتا ہے۔

تحریک دیوبند کا فیض اور اس کی برکت یہ بھی رہی ہے کہ اس نے ہندوستانی مسلمانوں کے حق میں ہندوستان کو اسپین بننے نہیں دیا۔ اور یہ مسلمان ہندوستان میں اسلامی ورثہ سے جڑے رہے۔

دارالعلوم ام المدارس ہی نہیں بلکہ ام التحریکات ہے

اگر غور کیا جائے تو ہندوستان میں دیوبند کے اس مدرسہ کی بنیادی حیثیت جو دارالعلوم کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے ام المدارس کی ہے تو ۱۸۵۷ء کے بعد جتنی دینی، تعلیمی، ملی، جماعتی اور رفاہی تحریکیں ہندوستان سے اٹھیں ان سب میں تحریک دیوبند کا حصہ ہے۔ اس اعتبار سے دارالعلوم دیوبند کو ام المدارس ہی نہیں بلکہ ام التحریکات بھی کہا جاسکتا ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ تحریک علی گڑھ، تحریک ندوہ اور تحریک جامعہ ملیہ پر بھی تحریک دیوبند کے اثرات رہے ہیں۔ خلافت، امارت شرعیہ، ریشمی رومال، جمعیۃ علماء، تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی اور اس طرح کی دوسری تحریکیں جو ہندوستان سے اٹھیں یا بعض تحریکیں جو عالم اسلام میں برپا ہوئیں ان میں تحریک دیوبند کی کسی نہ کسی طرح شمولیت محسوس ہوتی ہے۔ میرے پیش نظر اس وقت اختصار ہے، اس لئے تاریخی شواہد کو جمع کرکے اس کی توثیق و تصدیق ضروری نہیں سمجھ رہا ہوں۔ تاہم باخبر حضرات ۱۸۵۷ء کے بعد کے حالات میں تحریک دیوبند کی عظمت، اہمیت، وسعت اور ہمہ گیری سے بے خبر نہیں ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء ملک اور بیرون ملک میں جس حیثیت اور شان کے ساتھ رہے وہ تحریک دیوبند کے نمائندہ بن کر رہے۔ معلوم نہیں ڈاکٹر محمد اقبال نے کس پس منظر میں یہ شعر کہا تھا مگر تحریک دیوبند اور اس کے اثرات اور فیوض و برکات پر یہ شعر پورے طور پر منطبق ہو رہا ہے:

اٹھائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

دیگر مدارس کا قیام

حضرت نانوتویؒ قیام دارالعلوم کے بعد چین سے نہ بیٹھے بلکہ اطراف و اکناف میں مختلف مدارس بھی قائم فرمائے جس کی برکت سے صرف ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ برصغیر میں خصوصاً مدارس کے جال بچھ گئے۔ جو مدارس ملت ہندیہ کے وجود کی ضمانت بنی ہوئی ہیں اور عموماً عالم اسلام کے مختلف ملکوں میں آج دارالعلوم ہی کے نصاب کے مطابق مدارس اسلامیہ قائم ہیں جو دین اسلام کی حفاظت کا ذریعہ ہیں۔ حضرت نانوتویؒ کی ایما پر جن مدارس کا قیام عمل میں آیا جن کی تفصیلات روئیداد دارالعلوم میں ملتی ہیں چند مدارس کا اجمالاً تذکرہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) مدرسہ اسلامی تھانہ بھون

(اس کا تذکرہ پہلے بھی ضمناً آچکا ہے) تھانہ بھون میں یہ مدرسہ حافظ عبدالرزاق صاحب کے اہتمام میں شروع ہوا اور اس کے پہلے مدرس مولانا فتح محمد صاحب ہوئے اور اس ادارہ کا الحاق دارالعلوم سے کرلیا گیا۔

(۲) مدرسہ اسلامی میرٹھ

شہر میرٹھ میں حضرت نانوتویؒ کے ایک عقیدت مند مولوی محمد ہاشم صاحب رئیس میرٹھ نے یہ مدرسہ غریب مسلمانوں کے چندہ سے آغاز فرمایا اور اس کے پہلے مدرس مولوی ناظر حسن ہوئے جو دارالعلوم ہی کے فارغین میں تھے۔

(۳) مدرسہ اسلامی گلاؤٹھی

قصبہ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر میں ایک مدرسہ حضرت نانوتویؒ کی ہدایت کے مطابق وہاں کے معتبر، دین دار رئیس منشی سید مہربان علی صاحب (جو دارالعلوم کے بڑے معاونین میں تھے) نے قائم فرمایا اور ابتداءً دو مدرس کا تقرر فرمایا جو دونوں دارالعلوم دیوبند کے ہی فارغ التحصیل تھے اور حسن اتفاق دونوں ہی کا نام مولوی عبداللہ تھا۔

(۴) مدرسہ اسلامی دان پور

دان پور بھی ضلع بلند شہر ہی کا ایک قصبہ ہے، یہاں کے رئیس نواب معشوق علی خاں نے حضرت کے حکم سے ایک مدرسہ اسلامی کی بنیاد رکھی جس کا نام "وزیر العلوم" رکھا اور طلبہ کی راحت رسانی کا معقول نظم کیا۔ مدرسہ کے اخراجات کے لئے کئی گاؤں وقف کردیئے۔ اس مدرسہ میں ایک زمانہ تک دورۂ حدیث تک تعلیم کا انتظام رہا ہے۔

(۵) مدرسہ اسلامی مرادآباد

شہر مرادآباد میں بھی حسب ایماء حضرت نانوتویؒ غریب مسلمانوں کے چندہ سے ایک مدرسہ شروع ہوا اور اس کے پہلے استاذ حضرت نانوتویؒ کے شاگرد رشید مولانا احمد حسن محدث مقرر ہوئے۔ آج تک ادارہ قائم ہے جو جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی کے نام سے معروف ہے اور ملک کے ممتاز اداروں میں شامل ہے۔

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

بزرگان دین اور اولیاء کرام کے حیرت انگیز واقعات پڑھنے سے نکتہ آفرینی کی صلاحیت ابھرتی ہے، اسی وجہ سے ہفتہ وار نقیب کے اس کالم میں ذکی اور دانشوروں کے واقعات جمع کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا، تاکہ قارئین کرام دلچسپی سے پڑھیں اور اپنے اندر کچھ کر گذرنے کا جذبہ ابھاریں، اندازہ ہوا کہ اصحاب ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں اور اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں، اسی پس منظر میں یہاں چند واقعات ذکر جاتے ہیں، امید ہے کہ آپ پسند فرمائیں گے۔

مقتدا پھسلا تو سب پھسلے

یہ بات یاد رکھیں کہ علماء کے لیے احتیاط کی زندگی گذارنا زیادہ اہم ہے، حضرت حسن بصری فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ایک چھوٹی بچی نے نصیحت کی جو میں کبھی نہیں بھول سکتا، کسی نے پوچھا کہ حضرت! وہ کونسی نصیحت ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بارش کا موسم تھا، میں نماز پڑھنے کے لیے مسجد جا رہا تھا، راستہ میں پھسلن تھی، سامنے سے ایک چھوٹی سی بچی آرہی تھی گزرتے ہوئے میں نے اس بچی سے کہا ذرا احتیاط کرنا کہ کہیں پھسل نہ جانا، اس نے آگے سے جواب دیا، حضرت! میں احتیاط کروں گی مگر آپ بھی احتیاط کرلینا، کیونکہ اگر میں پھسلی تو میری ذات کو نقصان ہوگا اور اگر آپ پھسل گئے تو پھر امت کیا بنے گا؟ ہمارے لئے بھی یہ بات ایک نصیحت کی ہے آپ حضرات استقامت کے ساتھ شریعت و سنت پر عمل کریں، اللہ رب العزت اس علم و عمل کے صدقے دنیا و آخرت میں آپ کو عزتیں عطا فرمائیں گے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو مسئلہ خلق قرآن میں ایسے سخت کوڑے لگائے گئے کہ اگر وہ کوڑے ہاتھی کو بھی لگائے جاتے تو وہ بھی بلبلا اٹھتا، ان کے جسم پر جہاں کوڑے لگے وہاں کا گوشت مردہ ہوگیا، اس گوشت کو قینچی کے ساتھ کاٹ کر وہاں مرہم لگایا گیا، وہ دین کی حفاظت کے لئے یوں استقامت کے ساتھ ڈٹے رہے۔

میں یہاں باتیں کرنے نہیں آیا ہوں

حضرت امام غزالی کے زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ ہے کہ وہ جس مدرسہ میں پڑھتے تھے وہ مدرسہ بادشاہ نظام الملک طوسی نے بنوایا تھا، کسی نے بادشاہ سے کہا کہ جناب آپ نے جو مدرسہ بنوایا ہے، وہاں پڑھنے والے طلبہ دنیا دار ہوتے جارہے ہیں، دین سیکھنے والا کوئی نہیں ہے، بادشاہ سن کر کبیدہ خاطر ہوا کہ میں نے مدرسہ دین سیکھنے کے لئے بنوایا ہے اور اس کے لئے میں روپے خرچ کر رہا ہوں، اگر وہاں دین نہیں تو مدرسہ بنوانے کا کوئی فائدہ نہیں، مدرسہ کو بند کردینا ہی اچھا ہے، مگر دل میں خیال آیا کہ وہاں جاکر حالات معلوم کروں۔

بادشاہ اپنا حلیہ بدل کر مدرسہ پہونچا، اس نے ایک طالب علم سے دریافت کیا کہ عزیزم! آپ یہاں کس لئے آئے ہیں، کہنے لگا کہ میں علم پڑھ رہا ہوں، میرے والد فلاں جگہ مفتی ہیں، میں بھی مفتی بنوں گا، لوگوں میں عزت ہوا کرے گی، دوسرے سے پوچھا تو اس نے کہا میرے والد فلاں جگہ قاضی ہیں، میں بڑا ہوکر ان کا عہدہ سنبھالوں گا، تیسرے اور چوتھے سے بھی پوچھا اور اسی طرح کا جواب ملا، یہ سب سن کر بادشاہ نے سوچا کہ واقعی یہ تو سب کے سب دنیا دار ہیں، مجھے اتنے پیسے خرچ کرنے کا کیا فائدہ؟ یہ سوچ کر مدرسہ سے باہر نکلے کہ مدرسہ بند کردینا ہی بہتر ہے، جب وہ مدرسہ کے دروازے کے قریب پہونچے تو دیکھا کہ ایک طالب علم چراغ جلائے پڑھ رہا ہے، بادشاہ نے سوچا کہ چلو اس سے بھی بات کرلوں، چنانچہ بادشاہ قریب ہوا اور سلام کیا طالب علم نے جواب دیا وعلیکم السلام اور وہ پڑھنا شروع کردیا، بادشاہ نے کہا کہ کیا بات ہے کہ آپ مجھ سے کوئی بات ہی نہیں کرتے، طالب علم نے کہا جی میں آپ سے یہاں باتیں کرنے تو نہیں آیا ہوں، بادشاہ نے پوچھا بھئی آپ کس کام کے لئے آتے ہیں؟ طالب علم نے جواب دیا، میں یہاں اسلئے آیا ہوں کہ میں اپنے پروردگار کو راضی کروں، بادشاہ جواب سن کر خوش ہوگیا اور کہا کہ جب تک یہ بچہ یہاں پڑھے گا مدرسہ نہیں بند کیا جائے گا، چنانچہ اس ایک بچہ کے اخلاص و للّٰہیت کی وجہ سے مدرسہ کا نظام چلتا رہا، یہی وہ بچہ بڑا ہوکر حضرت امام غزالی کے نام سے مشہور ہوا۔

کپڑے پیسوں سے خریدنے آئے دین سے نہیں

حضرت عبداللہ بن محیریزؒ اپنے وقت کے ایک بہت بڑے صاحب تقویٰ بزرگ گذرے ہیں، ایک مرتبہ وہ کپڑا خریدنے بازار گئے، بزاز نے کپڑا دکھایا، انہوں نے کچھ قیمت کم کرنی چاہی، مگر دوکاندار نہ مانا، دوکاندار کا پڑوسی انہیں جانتا تھا اس سے کہنے لگا، بھائی، کچھ پیسے چھوڑ دو، جانتے ہو یہ کون ہیں، یہ عبداللہ بن محیریز ہیں، عبداللہ نے سنا تو اپنے لڑکے کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگے بیٹے چلو، ہم یہاں پیسوں سے کپڑا خریدنے آئے ہیں، اپنے دین سے نہیں، چنانچہ بغیر کپڑا خریدے واپس چلے گئے۔

جہاں جاؤ گے بس تم ہی تم ہوگے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے علم و فضل کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا ہے، حضرت طالب علمی کے زمانے ہی سے اپنی قوت استعداد، ذہانت و فطانت اور علم و عمل میں مصروف تھے، جب آپ دارالعلوم سے فارغ ہوئے اور دستار بندی کے لئے دیوبند میں بہت بڑا اور شاندار جلسہ منعقد کرنے کی تجویز ہوئی تو حضرت تھانوی اپنے ہم سبقوں کو لیکر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی کی خدمت میں پہونچے اور عرض کیا کہ حضرت! ہم نے سنا ہے کہ ہم لوگوں کی دستار بندی کی جائے گی اور سند فراغت دیجائے گی، حالانکہ ہم اس قابل نہیں ہیں، لہٰذا اس تجویز کو منسوخ فرمادیا جائے ورنہ اگر ایسا کیا گیا تو مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی کہ ایسے نالائقوں کو سند دی گئی، حضرت نانوتوی کو یہ سن کر جوش آگیا اور فرمایا کہ تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے، یہاں چونکہ تمہارے اساتذہ موجود ہیں، اس لئے ان کے سامنے تمہیں اپنی ہستی کچھ نظر نہیں آتی اور ایسا ہی ہونا چاہئے باہر جاؤ گے تب تمہیں اپنی قدر معلوم ہوگی، جہاں جاؤ گے بس تم ہی تم ہوگے۔

باشعور اور بے شعور انسان

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

کائنات میں بے شمار مخلوقات ہیں، ان کی الگ الگ خصوصیات ہیں، نباتات، جمادات اور حیوانات ہر ایک کو اللہ تعالی نے بامقصد پیدا کیا ہے، اور ان کے متنوع فوائد کا تذکرہ قرآن کریم میں کیا ہے، ان تمام چیزوں کو اللہ تعالی نے انسان کے تابع کردیا ہے: "**هو الذى سخر لكم ما فى الأرض جميعا**" (وہی اللہ ہے، جس نے تمہارے لیے روئے زمین کی تمام چیزوں کو مسخر کیا ہے) جو لوگ نظام کائنات میں غور وخوض کرتے ہیں اور جنہیں اللہ رب العزت نے بصیرت سے نوازا ہے وہ اس حقیقت کا روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں، البتہ انہی اہل بصیرت کے درمیان کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو صرف کھانے، پینے سونے اور جاگنے میں مشغول رہتے ہیں، ان کے اور دیگر حیوانات کے درمیان صرف اتنا فرق ہے کہ یہ اپنی زبان سے بولتے ہیں اور ستر کو چھپالیتے ہیں، اس سے زیادہ ان میں کچھ بھی شعور نہیں ہے کہ انسانی صورت دے کر انہیں اس دنیا میں کیوں پیدا کیا گیا؟ پیدائش کا مقصد کیا ہے؟ اس سلسلے میں وہ ذرہ برابر بھی نہیں سوچتے ہیں، بس اس دنیا میں ایک مخلوق کی حیثیت سے جینا ہے اور اللہ تعالی نے جتنی بھی زیبائش وآرائش کی چیزیں پیدا کی ہیں، انہیں اپنی ملکیت سمجھ کر ان سے فائدہ اٹھانا ہے۔ یہی ان کی زندگی کا اصل مقصد ہے۔

اسی قسم میں اگر چہ بعض تعلیم یافتہ اور جدید علوم وفنون کے ماہر بھی ہوتے ہیں، جو کائنات کے بارے میں بہت کم سوچتے ہیں اور نہ وہ اس طرف توجہ دیتے ہیں کہ اس کائنات کے خالق کا ان پر کیا حق ہے، اس کی معرفت کیسے حاصل ہوتی ہے؟ اس کے لامحدود اور لامتناہی صفات کیا کیا ہیں؟ جن کے کسی ایک حصہ، بلکہ ایک ذرہ کے ادراک سے بھی پوری دنیا کی عقل عاجز ہے، ایسے افراد پر لطف اور حسین خوابوں کی دنیا میں سیر کرتے ہیں، اور ہوائی محل تعمیر کرتے ہیں، عیش و آرام، خوشحالی وفارغ البالی کی زندگی گزارتے ہیں، پھر اچانک موت کا فرشتہ آکر ان کی روح قبض کرلیتا ہے، اور وہ کف افسوس ملتے ہوئے اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے دنیا کو الوداع کہتے ہیں۔

اولو الألباب کون؟

افسوس صد افسوس! اس بیچارے اور مسکین کی اللہ کی میزان میں کوئی حیثیت نہیں ہے، اس کے برخلاف وہ لوگ جن کو وہ حقیر سمجھتے تھے، لیکن وہ اللہ کی نشانیوں میں غور وخوض کرنے والے تھے، تو اللہ نے ان کو "أولو الألباب" کے خطاب سے نوازا ہے، قرآن مقدس میں ان کی تعریف کی ہے اور ان کی قدر ومنزلت کو بیان کیا ہے، ارشاد باری ہے: "**ان فى خلق السمٰوٰت والأرض واختلاف الّيل والنهار لأيات لأولى الالباب، الذين يذكرون الله قياماً و قعوداً وعلى جنوبهم ويتفكرون فى خلق السمٰوٰت والأرض ربنا ما خلقت هذا باطلا، سبحٰنك فقنا عذاب النار**" (بیشک آسمان وزمین کی پیدائش، اور دن ورات کی گردش میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں، جو لوگ کھڑے ہوکر، بیٹھ کر اور اپنے پہلوؤں کے بل اللہ تعالی کا ذکر کرتے ہیں، اور آسمان وزمین کی تخلیق میں غور کرتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ان چیزوں کو یونہی نہیں پیدا کیا ہے، تیری ذات پاک ہے، تو ہمیں جہنم کی آگ سے بچالے)، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب یہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر نماز پڑھنے لگے اتنے میں فرض نماز کا وقت آیا تو حضرت بلال حبشی آپ کو نماز کے وقت کی اطلاع دینے کے لیے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضور رو رہے ہیں، تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالی نے تو آپ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرمادیے ہیں، پھر آپ کیوں روتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے بلال! کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ جب کہ آج رات مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے: "**ان فى خلق السموات والارض**......"، پھر آپ نے ارشاد فرمایا: "تباہی ہے اس شخص کے لیے جو اس آیت کی تلاوت کرے، لیکن کائنات کے بارے میں غور نہ کرے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے اہل علم کی تعریف کی ہے اور ان کی خوبیوں اور صفات کا تذکرہ بھی فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ کائنات کی نشانیوں میں تدبر وفکر کرتے رہتے ہیں، اس کائنات کے خلاق کی معرفت کا راستہ تلاش کرتے رہتے ہیں، اور پھر اس عظیم، ابدی اور سرمدی طاقت کے سامنے جس نے آسمان وزمین کو پیدا فرمایا ہے، اور جس نے انسان اور ہر جاندار کو شرف وجود بخشا ہے، سب اس کے سامنے سرنگوں ہوجاتے ہیں، اسی کی قدرت کے گن گاتے ہیں، اور نظام الٰہی کے ہر ہر گوشہ، آسمان وزمین کی پیدائش، لیل ونہار کی گردش کا گہرائی سے مطالعہ کرتے ہیں اور اللہ نے اس نظام کو چلانے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے، اور نوع بنوع کی جو مخلوقات پیدا کی ہیں ان کا جائزہ لیتے ہیں، اور خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اور یقیناً یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر انسان دنیوی زندگی کی سعادت اور اخروی زندگی کی فلاح وکامرانی اور موت کے بعد روز محشر میں کامیابی کا تمغہ لے کر جنت میں داخل ہوسکتا ہے۔

غافل انسان جانوروں سے بدتر کیوں؟

ان تمام آسمانی حقیقتوں، واضح ثبوتوں اور ٹھوس ایمانی عقیدوں کے باوجود شروع ہی سے انسانوں کا ایک گروہ اس حقیقت سے صرف نظر کرتا رہا ہے، وہ اس کی گہرائی میں نہیں جانا چاہتا ہے، اور نہ ہی اس کی روشنی میں اپنی زندگی کو خوشگوار بنانا چاہتا ہے، بلکہ وہ تو کائنات کے سلسلہ میں تدبر کے برخلاف یہ دعوی کرتا ہے کہ اس میں اپنی عقل اور فکر کو استعمال کرنے سے زندگی مکدر ہوجاتی ہے اور دنیا کا جو فطری نظام ہے اس میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، قرآن کریم نے اس جماعت کی تصویر کشی اس انداز میں کی ہے: "**لهم قلوب لا يفقهون بها، ولهم اعين لا يبصرون بها، ولهم آذان لايسمعون بها، أولٰئك كالانعام بل هم أضل، أولٰئك هم الغفلون**" (ان کے اندر ایسے دل ہیں، جن سے وہ سمجھ کا کام نہیں لیتے ہیں، ان کے پاس ایسی آنکھیں ہیں، جن سے وہ دیکھتے نہیں ہیں، ان کے پاس ایسے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں ہیں، یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں، یہی لوگ دراصل غافل ہیں)۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے انہیں جانوروں سے تشبیہ ہی نہیں دی ہے، بلکہ جانوروں سے بھی بدتر قرار دیا ہے، اور جانوروں سے بدترین درجہ غفلت کا ہے، گویا کہ "**أولٰئك هم الغفلون**"، "**بل هم أضل**" کا جواب ہے کہ یہ جانوروں سے بھی بدتر کیوں ہیں؟ تو اس کا جواب دیا گیا کہ اس لیے کہ یہ لوگ غفلت کے شکار ہیں، اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام قرطبی فرماتے ہیں: "چوں کہ وہ سیدھے راستہ پر نہیں چلتے ہیں، اس لیے وہ جانوروں کے مشابہ قرار دیے گئے، اور چوپایوں سے بھی بدتر اس لیے قرار دیے گئے کہ چوپائے تو کم سے کم اپنے نفع ونقصان کی چیزوں میں فرق کرلیتے ہیں اور اپنے آقا کی پیروی کرتے ہیں، جبکہ اس طرح کے لوگ اس صفت سے عاری ہیں، اور مشہور تابعی عطاءؒ فرماتے ہیں کہ جانور اور چوپائے اللہ کی معرفت رکھتے ہیں، جبکہ کافر اس کی معرفت نہیں رکھتا ہے، اس لیے اس کا درجہ جانوروں سے بھی کم کردیا گیا ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جانور اللہ کے فرماں بردار ہوتے ہیں، جبکہ کافر نافرمان ہوتا ہے۔

موجودہ انسانی معاشرہ میں انسان

انسانی معاشرہ پر عمومی نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت کریمہ میں جن لوگوں کی طرف اشارہ ہے، ہمارے معاشرہ میں ایسے ہی لوگوں کی اکثریت ہے، اقتدار کے مالک بھی یہی لوگ ہوتے ہیں، اور عام طور پر یہی دوسروں کے معاملات بھی طے کرتے ہیں اور ان کی تقدیر کا فیصلہ کرتے ہیں، ہمارے سامنے اس وقت اس کی سب سے واضح مثال سپر پاور کی ہے، جو حقیقی اور ضروری مسائل سے صرف نظر کرتے ہوئے غیر ضروری امور پر زیادہ توجہ دیتا ہے، اور انسانوں کی قسمت کا فیصلہ کرتا ہے، جب کہ اللہ تعالی نے "**انى جاعل فى الارض خليفة**" کے ذریعہ انسانوں کو خلافت ارضی کا منصب عطا کیا ہے، اور عظیم مرتبہ پر فائز کیا ہے۔

سب سے بڑا المیہ

اس دور کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہمارے کاموں میں جو اخلاص اور خدا کی مرضی ہونی چاہیے تھی اور جو مضبوط ایمان ہونا چاہیے تھا، اس کا فقدان ہو چکا ہے، اس کی روح مردہ ہوچکی ہے، لوگ پرشکوہ مادیت اور چمکتی دنیا پر فریفتہ ہیں، اور انہیں عادت وعبادت کے درمیان ذرہ برابر بھی فرق محسوس نہیں ہوتا ہے، وہ دینی کام اور اپنے "روٹین ورک" (Routine Wark) کے درمیان کچھ فرق سمجھتے ہی نہیں، مثال کے طور پر ایک شخص پابندی سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، لیکن وہ نماز میں یہ تصور نہیں کرتا ہے کہ اسے اللہ دیکھ رہا ہے اور وہ اس بندگی کے ذریعہ اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا اظہار کررہا ہے، جس کے بدلہ اسے نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا، وہ محض ایک عادت کی بناء پر نماز پڑھ لیتا ہے، اور یہ صورت حال صرف نماز کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ تمام عبادتوں، چاہے فرض وواجب ہوں یا نفل اور سنت وغیرہ کسی کی ادائیگی میں بھی اس کی اصل روح باقی نہیں رہتی ہے، اور نہ اس کا یہ تصور ہوتا ہے کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

کیا ہماری سوسائٹی، ہماری مجلسوں، محفلوں اور گھروں میں یہ سوال نہیں اٹھنا چاہئے کہ ان عبادتوں کی روح کہاں چلی گئی کہ انسانی وجود بے جان کی طرح رہ گیا ہے، یہ سوال اس لائق ہے کہ ہمارے معاشرہ میں اس کو اٹھایا جائے، ہم ایک بے جان، روح سے خالی اور زندہ لاش کی طرح جینے لگے ہیں، کیا ہم پر یہ آیت منطبق نہیں ہوتی ہے کہ "**ولقد ذرانا لجهنم كثيرا من الجن والانس**" (ہم نے جہنم کے لیے زیادہ جنوں اور انسانوں کو چھوڑ رکھا ہے) کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی وعید ہوسکتی ہے۔

کامیابی کا راز

نعمت اسلام میں تو اللہ تعالی نے انسان وجنات کی کامیابی وکامرانی کا راز رکھا ہے، پھر ہم اس عظیم انسانی نعمت کو کیسے بھول سکتے ہیں اور اس فطری شرف کا انکار کیسے کرسکتے ہیں اور ایمانی سربلندی کو کیوں کر فراموش کرسکتے ہیں؟ اور یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ اتنی ساری نعمتوں کے ملنے کے باوجود ہم دعوت الی اللہ اور ذکر خداوندی کو بھلا کر ان لوگوں کی صف میں شامل ہوجائیں، جو اعلی صلاحیت، دانشمندی، اور عقل وفکر کی وسعت رکھتے ہیں، لیکن ان کا استعمال غیر ضروری چیزوں میں کرتے ہیں، اور اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی فطرت کے برخلاف زندگی گزارتے ہیں؟ ہمیں تو اللہ نے دوسروں کی تربیت وتزکیہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے بھیجا ہے، اور قیامت کے دن ہمیں اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

بلاشبہ معمولی غفلت بھی انسان کو جانوروں اور مویشیوں سے بھی گرا ہوا بنادیتی ہے، اس کے اندر برائی اور شر وفساد کا مادہ پیدا کردیتی ہے، اور اس کی فطرت میں حق کی دعوت، اور امن وسلامتی کے جذبہ کے بجائے ظلم وبربریت، وحشیانہ پن، قتل وغارت گری، خدا کی ناشکری اور ہر غیر انسانی حرکت کو انجام دینے کی صلاحیت پیدا کردیتی ہے، اے کاش کہ مادہ پرست سیاست دان اور لیڈران ان ناقابل تغیر حقائق کے بارے میں تھوڑی دیر سوچ لیتے، اور اس دنیا میں انسان کے حقیقی ہدف کو جان لیتے، اور یہ کہ ان سب کو آخرت کی طرف لوٹ کر حساب دینا ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے: "اے انسان! تم کو اپنے معزز پروردگار کی طرف سے کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے، جس نے تم کو پیدا کیا، اور تم کو اعضاء وجوارح دیے اور اعتدال کے ساتھ تمہارا انظام بنایا اور کتنی اچھی صورت میں تم کو پیدا کیا، ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہیے، تم قیامت کے دن کو جھٹلاتے ہو، اور تمہارے اوپر نگراں ہیں، جو معزز ہیں اور سارے اعمال کو لکھ رہے ہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کو جانتے ہیں)۔

Scanned with CamScanner

چیف جسٹس آف انڈیا کے چند عدالتی فیصلے

ملک کے سیاسی حالات کتنے ہی مایوس کن اور ناگفتہ بہ کیوں نہ رہے ہوں، عوام کی امیدیں ہمیشہ سے عدالت بالخصوص عدالت عظمیٰ سے وابستہ رہی ہیں، اس دوران کچھ فیصلے یقینی طور پر ایسے ہوئے ہوں گے جن پر عوام میں عدم اطمینان بھی پایا گیا ہوگا، لیکن ان فیصلوں کو بھی عوام نے بسروچشم قبول کیا ہے، جو یہ ثابت کرتا ہے کہ عدالت پر ان کا اعتماد قائم ودائم ہے، اس اعتماد کی بڑی وجہ وہ عدالتی فیصلے ہیں جن میں عدالت نے حکومت کا بھی احتساب کیا ہے اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر فیصلے سنائے ہیں، حالیہ دنوں میں جسٹس این وی رامنا نے بھی ایسے کئی فیصلے سنائے اور تبصرے کئے ہیں جن سے عوام کی امیدوں کو جلا ملتی ہے، پیگاس جاسوسی معاملہ ہو یا پھر یو اے پی اے اور غداری کے معاملات رہے ہوں، چیف جسٹس نے حکومت کے موقف کے برعکس فیصلہ سنایا، یہاں ان کے دور میں ہونے والے کچھ اہم فیصلوں کا جائزہ لیتے ہوئے عدالت عظمیٰ کے تیور کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ججوں کا تحفظ اور ان کی سلامتی کا معاملہ (۶ر اگست ۲۰۲۱)

ججوں کو کوئی آزادی نہیں دی جاتی، جج سی بی آئی سے شکایت کرتے ہیں تو وہ بھی ججوں کی مدد کیلئے آگے نہیں آتے، یہ ایک سنگین مسئلہ ہے جسے میں نہایت ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں، کچھ معاملات میں جن میں گینگسٹر اور ہائی پروفائل ملزمین شامل ہوتے ہیں، وہ ججوں کو جسمانی اور ذہنی نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں اور کچھ لوگ جنہیں ان کی پسند کا فیصلہ نہیں ملتا وہ ججوں کو بدنام کرنے کیلئے سوشل میڈیا کا سہارا لیتے ہیں۔

ملک سے غداری کا معاملہ (۱۶ر جولائی ۲۰۲۱ء)

ملک سے غداری کے قانون کا استعمال انگریزی دور حکومت میں آزادی کی تحریک کو دبانے اور اختلافات کی آواز کو خاموش کرانے کیلئے ہوتا تھا، مہاتما گاندھی، گوکھلے اور تلک پر بھی ان کی دفعات کا اطلاق کیا گیا تھا، کیا حکومت آزادی کے ۷۵ر سال بعد بھی اس قانون کو برقرار رکھنا چاہتی ہے؟ اس قانون کے تحت سزا بھی بہت کم ہوتی ہے، اس کے باوجود معاملات میں تفتیش کرنے والے یا کیس تیار کرنے والے افسران کا احتساب نہیں کیا جاتا جبکہ یہ بہت ضروری ہے، اس قانون کے غلط استعمال کی بہت سی وجوہات ہیں اور مثالیں موجود ہیں، یہ قانون کسی بھی ایسے شخص کو پھنسانے کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے جس سے حکومت وقت یا تفتیشی ایجنسیاں اختلاف رکھتی ہیں، ایسے میں نہ حکومت کو روکا جاسکتا ہے اور نہ تفتیشی ایجنسی کے افسران کے خلاف کارروائی ہو پاتی ہے، بلکہ جب تک متاثرہ شخص بے گناہ ثابت ہوتا ہے اس کی زندگی کا بہت سا قیمتی وقت ضائع ہو چکا ہوتا ہے، اس لئے ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس قانون کی ملک کو کیا ضرورت ہے؟

سی بی آئی سربراہ کی تقرری کا معاملہ (۲۵ر مئی ۲۰۲۱ء)

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس رامنا کی بروقت مداخلت نے حکومت، سی بی آئی اور عدلیہ کو ایک بڑے تنازع میں الجھنے سے بچالیا تھا، چیف جسٹس کی مداخلت کے بعد ایسے ۲ر افسران سی بی آئی ڈائریکٹر کے عہدے کی دوڑ سے باہر ہو گئے جنہیں مودی حکومت کی پہلی پسند سمجھا جارہا تھا، ان میں سے ایک راکیش استھانہ تھے جو سی بی آئی کے اسپیشل ڈائریکٹر کے عہدے پر کام کر چکے تھے اور بعد میں جنہیں دہلی کا پولیس کمشنر بنایا گیا جبکہ دوسرے این آئی اے کے ڈائریکٹر وائی سی مودی تھے، ایک قانون کے تحت سی بی آئی کے ڈائریکٹر کے عہدے پر کسی ایسے افسر کی تقرری نہیں ہوسکتی جو تقرری کے بعد ۶ر ماہ کے اندر ہی سبکدوش ہونے والا ہو۔

جموں کشمیر میں انٹرنیٹ کی بحالی کا معاملہ

جموں کشمیر میں دفعہ ۳۷۰ر کی منسوخی کے بعد انٹرنیٹ پر پابندی سے متعلق انورادھا بھسین کیس میں جسٹس راما کے فیصلے کو بہت سے لوگوں نے سراہا اور اسے ترقی پسندانہ فیصلوں میں سے ایک قرار دیا، جسٹس رمنا کی سربراہی میں بنچ نے کہا تھا کہ اظہار رائے کی آزادی اور انٹرنیٹ کا استعمال کرنا آئین کے تحت محفوظ ہے، بنچ نے جموں کشمیر انتظامیہ کو فوری طور پر پابندی کے احکامات پر نظرثانی کی ہدایت دی۔

اروناچل پردیش کے وزیراعلی کی بحالی کا معاملہ

جسٹس رامنا سپریم کورٹ کے ان پانچ ججوں کے آئینی بنچ کا بھی حصہ تھے جس نے ۲۰۱۶ء میں اروناچل پردیش میں کانگریس حکومت کی بحالی کا حکم دیا تھا، مرکزی حکومت نے اروناچل پردیش کے وزیراعلی نابام تکی کو ہٹا کر وہاں پر پہلے صدر راج نافذ کیا تھا اور پھر بعد میں کانگریس کے ناراض لیڈر کالیکھو پل کو بی جے پی کی مدد سے وزیراعلیٰ بنوادیا تھا، معاملہ سپریم کورٹ میں گیا تو نابام تکی حکومت کو بحال کردیا گیا۔

دیویندر فرنویس کو فلور ٹیسٹ کا حکم

مہاراشٹرا کے سیاسی بحران پر قابو پاتے ہوئے جسٹس رامنا کی سربراہی والی بنچ نے راتوں رات وزارت اعلیٰ کا حلف اٹھانے والے دیویندر فرنویس کو فلور ٹیسٹ کا حکم دیا تھا، نومبر ۲۰۱۹ء میں ان کی بنچ نے فرنویس حکومت سے کہا تھا کہ وہ ایوان میں اپنی اکثریت ثابت کریں اور اس میں تاخیر بھی نہ کریں، انہوں نے کہا تھا کہ اگر معاملے میں تاخیر ہوئی تو ہارس ٹریڈنگ کا خدشہ ہے۔ جسٹس رامنا نے اس اپیل کی بھی سماعت کی تھی جس میں سابق اور موجودہ ایم ایل ایز کے خلاف فوجداری مقدمات کے نمٹانے میں غیر معمولی تاخیر کا مسئلہ اٹھایا گیا تھا۔

اسکولوں میں اردو اساتذہ کی بحالی کا مسئلہ

ڈاکٹر مشتاق احمد

ان دنوں بہار میں پرائمری، مڈل اور ثانوی اسکولوں کے اساتذہ کی بحالی کا چھٹا مرحلہ چل رہا ہے۔ پنچایت، میونسپل کارپوریشن اور ضلعی اسکولوں میں جتنی جگہ خالی ہیں حکومت بہار کا یہ فیصلہ ہے کہ ان تمام خالی جگہوں کو پر کیا جائے۔ اس لیے اساتذہ بحالی کی خصوصی مہم چلائی جارہی ہے۔ لیکن سب سے بڑا مسئلہ درپیش یہ ہے کہ بیشتر مضامین میں جتنی جگہ خالی ہیں اتنے اساتذہ نہیں مل رہے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان مضامین میں اسٹینس یا سی۔ٹیٹ پاس اساتذہ کی کمی ہے۔ ساتھ ہی ایک بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ دور افتادہ علاقے کے اسکولوں میں آس پاس کے امیدوار ہی رہنا چاہتے ہیں، مگر وہ بی ایڈ ہونے کے باوجود اسٹیٹ یا سی۔ٹیٹ پاس نہیں ہیں۔ بیشتر امیدوار شہری یا میونسپل علاقے کے اسکولوں میں رہنا چاہتے ہیں۔ نتیجہ پنچایتی سطح کے اسکولوں میں جتنی جگہ ہیں وہ پر نہیں ہورہی ہیں۔ جہاں تک اردو کا سوال ہے تو بیشتر جگہوں پر اردو کے سی ٹیٹ اسٹیٹ پاس امیدوار نہیں مل پارہے ہیں۔ محکمہ تعلیم حکومت بہار کی جانب سے اس خصوصی مہم کو کامیاب بنانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے۔ اجتماعی کونسلنگ کا اہتمام کیا جارہا ہے اور سب سے اچھی بات یہ ہے کہ کونسلنگ کے دن ہی منتخب امیدواروں کو تقرری نامہ بھی دیا جارہا ہے۔ اخباروں میں اس کی تفصیل بھی دی جارہی ہے۔ جہاں کہیں بھی اردو کی سیٹیں خالی ہیں وہاں اردو آبادی میں ایک طرح کی پریشانی دیکھی جارہی ہے کہ برسوں کے بعد اساتذہ کی بحالی ہورہی ہے اور اس میں بھی اردو کے اساتذہ کی جگہ پر نہیں ہو پارہی ہیں۔ درحقیقت جتنی اردو زبان کے اساتذہ کی سیٹیں ہیں اتنے امیدوار ریاستی اساتذہ اہلیتی مقابلہ جاتی امتحان یا قومی سطح کے سی ٹیٹ مقابلہ جاتی امتحانات میں کامیاب شدہ نہیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب اساتذہ بحالی کے لیے بی ایڈ کے ساتھ ساتھ مذکورہ دونوں مقابلہ جاتی امتحانات میں سے کسی ایک میں پاس ہونا لازمی ہے تو ایسی صورت میں اردو آبادی کو چاہیے کہ بی ایڈ پاس اردو کے امیدواروں کو سی ٹیٹ یا ایس ٹیٹ مقابلہ جاتی امتحانات میں شامل ہونے کے لیے راغب کریں کیونکہ اس کے بغیر پرائمری سطح سے ثانوی درجہ تک کے اسکولوں میں بحالی کے لئے یہ شرط رکھی گئی ہے کہ اب امیدوار جب تک مقابلہ جاتی امتحانات کے ذریعے ایس ٹیٹ یا سی ٹیٹ پاس نہیں کریں گے اس وقت تک ان کی بحالی نہیں ہوگی۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اردو کے لیے کام کرنے والی انجمن یا ادارے اردو آبادی کے درمیان یہ بھی مہم چلائیں کہ جو امیدوار اردو کے اساتذہ کے عہدے پر بحال ہونا چاہتے ہیں وہ اردو کے ساتھ اسٹینس یا سی ٹیٹ کے امتحان میں شامل ہوں۔ واضح ہو کہ سال میں دوبار ماہ جون اور دسمبر میں قومی سطح کا سی۔ٹیٹ امتحان ہوتا ہے جبکہ ریاستی سطح پر بھی ایس ٹیٹ امتحان لیا جاتا ہے۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ اس مقابلہ جاتی امتحانات میں اردو کے امیدوار کی کامیابی کا فیصد بہت کم ہوتا ہے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اردو آبادی میں اس امتحان کے تئیں دلچسپی بہت کم ہے۔ جب کہ بہار میں محکمہ اقلیتی فلاح و بہبود حکومت بہار کی جانب سے اس طرح کے مقابلہ امتحانات کے لیے مفت کوچنگ کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ مگر اس کی جانب ہمارے ایسے امیدوار جو اساتذہ بننے کی خواہش رکھتے ہیں وہ بہت سنجیدگی سے اس امتحان کی تیاری نہیں کرتے ہیں۔ اور اب جب اس خصوصی اساتذہ کی بحالی کیلئے کونسلنگ ہورہی ہے اور اردو کی سیٹیں خالی رہ گئی ہیں تو ہائے توبہ مچا ہے۔ کچھ لوگ سیاسی بیان بھی دے رہے ہیں کہ اردو کے ساتھ انصاف نہیں ہورہا ہے۔ اس وقت اس طرح کی بیان بازی سے کوئی فائدہ نہیں ہے کہ اساتذہ کی بحالی کیلئے ایس ٹیٹ یا سی۔ٹیٹ امتحان پاس ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے ہماری کوشش تو یہ ہونی چاہئے کہ اس امتحان کی تیاری سنجیدگی سے کریں اور زیادہ سے زیادہ امیدوار کامیاب ہوں تاکہ اردو کے لئے مخصوص نشستیں خالی نہ رہ پائے۔ ویسے دیکھنے میں یہ بھی آرہا ہے کہ دیہی علاقوں میں اردو کی سیٹیں زیادہ خالی رہ جاتی ہیں وہاں امیدوار جانا نہیں چاہتے۔ میرے خیال میں اردو زبان سے محبت کرنے والے افراد کو چاہیے کہ وہ اس خصوصی مہم میں جہاں کہیں بھی اردو کی سیٹیں ہیں وہاں بحال ہوجائیں بعد میں ان کے مسائل کا حل نکل سکتا ہے لیکن شہری علاقوں کے اسکولوں کے انتظار اور دیگر سہولت کیلئے اس موقع کو نہیں جانے دیں کہ اگر شہری علاقوں میں بحالی کیلئے جگہ کم ہوگی تو ملازمت سے بھی محروم ہوجائینگے اور دوسری طرف دیہی علاقوں میں اردو کی جگہ خالی رہ جائے گی جس سے اردو زبان کی تعلیم حاصل کرنے والے طلبا کا نقصان ہوگا۔ کیوں کہ نہ جانے کب پھر اس طرح کی خصوصی مہم شروع ہوگی کہنا مشکل ہے۔ اس لئے اردو زبان کے فروغ کیلئے ہم سبھوں کو اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ اگر اس وقت اردو زبان کے فروغ کیلئے کام کرنے والے افراد اور اداروں کو بھی اس مسئلہ پر توجہ دینی چاہئے کہ ہمارے اردو کے امیدوار دیہی علاقے کے اسکولوں میں بھی کونسلنگ میں شامل ہوں۔ انھیں ممکن تعاون بھی دی جائے، تاکہ اس وقت وہ جگہ پر ہوجائیں۔ اس میں میں کوئی شک نہیں کہ بعد میں صرف اردو زبان کے اساتذہ کی بحالی کیلئے کوئی خصوصی مہم شروع نہیں ہوگی کہ اردو کے تئیں ہمارے سرکاری افسران کئی طرح کے ذہنی تعصبات وتحفظات کے شکار ہوتے ہیں اردو کے نام پر طرح طرح کی سیاست بھی ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے اردو آبادی کے لیے یہ ایک موقع ہے کہ وہ اس خصوصی مہم سے استفادہ کریں اور اردو کے لئے راستہ ہموار کریں۔ ہمارے ویسے امیدوار جو دیہی علاقے میں جانا نہیں چاہتے ہیں ان تک ہماری طرف سے کوشش ہونی چاہیے کہ ہم ان تک پہنچ کر اردو کے لیے دور دراز کے علاقوں میں بھی جانے کو تیار کریں۔ کیونکہ ہماری ملاقات کئی ایسے اردو کے امیدواروں سے ہوئی ہے جو شہری علاقے یا کارپوریشن ایریا کے اسکولوں میں ہی رہنا چاہتے ہیں جب کہ اردو کی زیادہ سیٹیں بلاک اور پنچایت کے اسکولوں میں ہیں۔ خواتین امیدواروں کے لیے تو مشکل ہوسکتی ہے لیکن مرد امیدواروں کو چاہیے کہ وہ اپنی بے روزگاری دور کرنے کے لیے دیہی علاقوں کے پنچایتی سطح کے اسکولوں میں بھی جائیں تاکہ اردو اساتذہ کی سیٹیں پر ہوسکے اور اردو طلبہ کو اردو کی تعلیم کا موقع مل سکے۔ کیونکہ اگر اس وقت اردو اساتذہ کی جگہ خالی رہ جاتی ہیں تو شاید برسوں وہ جگہ پر نہیں ہوگی اور اس علاقے کے بچوں کو نقصان ہوگا۔ اور ہم اس کے لئے حکومت کو قصوروار بھی نہیں ٹھہرا سکتے ہیں کہ اس وقت حکومت نے سبھوں کے لیے خصوصی مہم چلائی ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ایک طرف اردو امیدوار ہی ٹیٹ یا اسٹیٹ پاس کم ہیں اور دوسری طرف جو پاس ہیں وہ دور دراز کے علاقوں میں جانا نہیں چاہتے۔ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے اور اس پر غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ وقت نکل جانے کے بعد ہمارے حصے میں افسوس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

Scanned with CamScanner

محمد عادل فریدی

اخبار جہاں

قطر نے سعودی عرب میں سفیر مقرر کردیا

قطر کے امیر شیخ تمیم بن حمد الثانی نے بندر بن محمد العطیہ کو سعودی عرب کے لیے سفیر مقرر کیا ہے، سعودی عرب نے دو ماہ قبل قطر میں اپنے سفیر کو بحال کردیا تھا جس کے بعد قطر کے امیر شیخ تمیم بن حمد الثانی نے بھی سعودی عرب میں اپنا سفیر مقرر کردیا۔ نوجوان بندر بن محمد العطیہ اس سے قبل اردن اور کویت کے سفیر بھی رہ چکے ہیں اور اہم داخلی، خارجی اور معاشی مسائل کے حل میں کلیدی کردار ادا چکے ہیں۔ اس سے پہلے مصر اور قطر کے درمیان بھی سفارتی تعلقات بحال ہو چکے ہیں، متحدہ عرب امارات اور بحرین نے سفارتی تعلقات کی بحالی کے اعلان کے باوجود تا حال اپنے سفیر مقرر نہیں کیے ہیں۔ خیال رہے کہ سعودی عرب، مصر، متحدہ عرب امارات، بحرین، لیبیا اور یمن نے ۲۰۱۷ء میں قطر پر داعش اور اخوان المسلمین سمیت دیگر شدت پسند اسلامی تنظیموں کی مالی معاونت کا الزام عائد کرتے ہوئے سفارتی، سفری، تجارتی اور سیاسی تعلقات منقطع کرنے کا اعلان کیا تھا دوسری طرف قطر نے عرب ممالک کے الزامات کی تردید کی تھی۔ تین سال بعد جنوری ۲۰۲۱ء میں سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مصر اور بحرین نے سیاسی، تجارتی اور سفری تعلقات بحال کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

سعودی عرب میں یکم ستمبر سے پابندی کے خاتمے کا اعلان

سعودی محکمہ ہوابازی نے یکم ستمبر سے اندرون ملک پروازوں میں کورونا کے پیش نظر نشست خالی رکھنے کی پابندی کے خاتمے کا اعلان کردیا۔ عرب میڈیا کی رپورٹ کے مطابق سعودی عرب کے داخلی پروازوں میں اب کوئی نشست خالی نہیں رکھی جائے گی۔ محکمہ ہوابازی کے اس فیصلے پر عمل درآمد یکم ستمبر سے ہونے جارہا ہے۔ (یو این آئی)

سعودی اقامہ رکھنے والے غیر ملکیوں کو جائداد خریدنے کی اجازت

سعودی حکومت نے اصلاحات کی جانب ایک اہم قدم اٹھاتے ہوئے سعودی اقامہ رکھنے والے غیر ملکیوں کو مملکت میں جائیداد خریدنے کی اجازت دے دی ہے، عرب میڈیا کے مطابق سعودی حکومت کی جانب سے جائیداد خریدنے کے لیے شرائط مقرر کی گئی ہیں، جن کے مطابق جائیداد خریدنے کے لیے اقامہ درست اور تجدید شدہ ہونا ضروری ہے۔ اعلامیے کے مطابق جائیداد کی معلومات سرکاری دستاویزات کی کاپی کے ساتھ دینا ہوگی، جائیداد خریدنے والے کے نام دوسری جائیداد نہیں ہونی چاہیے۔ سعودی حکومت نے کہا ہے کہ جائیداد مکہ یا مدینہ میں نہیں خریدی جاسکتی، غیر ملکی افراد صرف رہائشی مقصد کے لیے جائیداد خرید سکتے ہیں۔ (یو این آئی)

افغانستان کا دفاع کرنا اب افغان فوج کا کام ہے، امریکی صدر

امریکی صدر جو بائیڈن نے افغانستان کی سیاسی قیادت سے قیام امن اور سمجھوتے کے لیے اشتراک عمل کا مظاہرہ کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ شاید اب افغان یہ بات سمجھتے جارہے ہیں کہ انہیں اعلیٰ سطح پر سیاسی اتفاق رائے کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ امریکی صدر نے افغانستان سے نیٹو اور امریکی فورسز کے انخلا کے فیصلے کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ اب افغانیوں کو اپنی جنگ خود لڑنا ہوگی۔ افغان فوج تعداد میں طالبان سے زیادہ ہیں اور اب انھیں لڑنے کے لیے خود کو تیار کرنا ہوگا۔ صدر جو بائیڈن نے مزید کہا کہ بیس برسوں میں افغان جنگ میں امریکہ نے ایک ارب ڈالر خرچ کیے اور کئی امریکی اہلکاروں نے جانیں دی ہیں، تاہم فوجی انخلا کے باوجود افغان فوج کو فضائی سپورٹ جاری رکھیں گے اور ان کے کھانے پینے، تنخواہوں اور آلات کے لیے بھی مدد جاری رکھیں گے۔ امریکی صدر کا بیان اس وقت سامنے آیا ہے جب طالبان نے ۳۴ر میں سے ۹ر صوبائی دارالحکومتوں کا کنٹرول سیکیورٹی فورسز سے حاصل کرلیا اور ۶۵ر فیصد علاقوں پر قبضے کا دعویٰ کیا ہے جس پر افغان صدر اشرف غنی نے ملک کے آرمی چیف کو تبدیل کردیا ہے۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

تعلیم و روزگار

اقلیتی اسکولوں کا ملک گیر جائزہ، مدرسوں کو RTE کے تحت لانے کی تیاری

اقلیتی اسکولوں کا ملک گیر جائزہ لینے کے بعد این سی پی سی آر یعنی نیشنل کمیشن آف پروٹیکشن آف چائلڈ رائٹس نے حکومت سے سفارش کی ہے کہ مدرسوں سمیت ایسے تمام اسکولوں کو رائٹ ٹو ایجوکیشن اور سروشکشا ابھیان مہم کے دائرہ کار میں لایا جائے۔ این سی پی سی آر (NCPCR) کے سروے نے اس طرح کے اسکولوں میں اقلیتی برادریوں کے طلبہ کے لیے ریزرویشن کی بھی حمایت کی ہے کیونکہ سروے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ اقلیتی اسکولوں میں غیر اقلیتی طلبہ کا ایک بڑا حصہ تعلیم حاصل کررہا ہے۔ سروے کے مطابق کرسچن مشینری اسکولوں میں چوہتر فیصد طلبہ غیر اقلیتی برادریوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ مجموعی طور پر ایسے اسکولوں میں 62.50% فیصد طلبہ غیر اقلیتی برادریوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اقلیتی برادریوں کی تعلیم پر آئین ہند کے آرٹیکل ایکس اے کے حوالے سے آرٹیکل پندرہ کی شق پانچ کے تحت چھوٹ کے اثرات کے عنوان سے رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اسکول نہیں جانے والے طلبہ کی سب سے زیادہ تعداد مسلم کمیونٹی میں ہے جو ایک کروڑ سے زائد ہے۔ این سی پی سی آر کے چیئرمین پریانک کانونگو نے رپورٹ پر اٹھائے جانے والے سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ انہیں صرف یہ کہنا ہے کہ آرٹیکل ایکس اے (21A) کے تحت بچوں کو جو حقوق دیئے گئے ہیں وہ انہیں دیے جائیں۔ پریانک کانونگو نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آرٹیکل 21 کے تحت چھ سے چودہ سال کے بچوں کو مفت تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے ہم نے پایا کہ ایسا نہیں ہو رہا، اس لیے ہمیں سفارش کرنی پڑی۔ این سی پی سی آر نے اس طرح کے اسکولوں میں اقلیتی برادریوں کے طلبہ کے لیے ریزرویشن کی بھی حمایت کی ہے، کیونکہ سروے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ اقلیتی اسکولوں میں غیر اقلیتی طلبہ کا ایک بڑا حصہ تعلیم حاصل کررہا ہے۔ سروے کے مطابق کرسچن مشینری اسکولوں میں چوہتر فیصد طلبہ غیر اقلیتی برادریوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ (بحوالہ نیوز۔۱۸اردو)

جامعہ ملیہ اسلامیہ میں سول سروسز امتحان کیلئے مفت کوچنگ، درخواستیں مطلوب

جامعہ ملیہ اسلامیہ اقلیت، شیڈولڈ کاسٹ، شیڈولڈ ٹرائب اور خواتین کے لیے سول سروسز کے امتحانات کی تیاری کا نظم کرتا ہے، جامعہ نے ان طبقات کے طلبہ و طالبات سے مفت رہائشی کوچنگ کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں۔ درخواست کا عمل ۱۰ر اگست سے شروع ہو چکا ہے اور ۶ر ستمبر ۲۰۲۱ء تک جاری رہے گا۔ آن لائن درخواست کی فیس سات سو پچاس روپے ہے۔ پریلمس اور مین امتحانات دونوں کی تربیت جامعہ فراہم کرے گی۔ دستیاب نشستوں کی کل تعداد ایک سو پچاس ہے۔ اس کے علاوہ داخلہ لینے والے طلبہ کو ہاسٹل رہائش بھی فراہم کی جائے گی۔ مفت تربیتی پروگرام کے اہل ہونے کے لیے امیدواروں کو لازمی طور پر داخلہ امتحان پاس کرنا ہوگا۔ جس میں ایک تحریری امتحان ہوتا ہے جس کے بعد ایک انٹرویو ہوتا ہے۔ یہ دہلی، سرینگر، لکھنؤ، گوہاٹی، بنگلورو، ممبئی، حیدرآباد، پٹنہ اور ملاپورم کے دس مراکز پر منعقد ہوگا۔

مفت کوچنگ کلاسوں میں داخلے کے لیے تحریری امتحان ۱۸ر ستمبر ۲۰۲۱ء کو صبح دس بجے سے دوپہر ایک بجے تک منعقد کیا جائے گا جس میں جنرل نالج کے آبجیکٹیو ٹائپ کے سوالات ہوں گے۔ نتیجہ ۳۰ر ستمبر کو جاری کیا جائے گا۔ تحریری امتحان پاس کرنے والوں کو ۱۱ر سے ۲۲ر اکتوبر کے درمیان انٹرویو کے لیے بلایا جائے گا اور حتمی نتیجہ ۲۹ر اکتوبر کو جاری کیا جائے گا۔ داخلہ کا عمل ۸ر نومبر تک مکمل ہوجائے گا۔ تحریری امتحان تین گھنٹے کے لیے لیا جائے گا اور اسے دو پیپرز میں تقسیم کیا جائے گا۔ پیپر I اور پیپر II۔ پیپر III میں ہر ایک کے ساتھ معروضی قسم کے سوالات ہوں گے۔ ہر غلط جواب پر ایک تہائی نمبر کاٹے جائیں گے۔ جبکہ پیپر II ایک مضمون کا پیپر ہوگا، جس میں امیدواروں کو دو مضامین لکھنے ہوں گے، ہر ایک کو تیس نمبر ملیں گے۔ امتحان انگریزی، ہندی یا اردو زبان میں دیے جاسکتے ہیں۔ (نیوز۔۱۸اردو)

اعلان داخلہ

امارت شرعیہ کے درج ذیل اداروں میں داخلہ کے لئے حسب ذیل نمبرات پر رابطہ کریں۔

دربھنگہ

امارت مجیبیہ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (ITI) مہدولی دربھنگہ

(۱) الیکٹریشین (Electrician) (۲) فٹر (Fitter) (۳) ڈرافٹس مین سول (D.M. Civil) (۴) سروئیر (SURVEYOR)

رابطہ نمبر

9471929848,7091852460,06272220017

پورنیہ

امارت ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ مظفر نگر، گلاب باغ پورنیہ

(۱) انسٹرومنٹ میکانک (Instrument Mechanic)

(۲) الیکٹریشین (۳) الیکٹرونک میکانک (۴) فٹر

رابطہ نمبر

9471629577,8340554732

راورکیلا اڈیشہ

امارت ٹیکنیکل ٹریننگ سنٹر بسرا راورکیلا

(۱) الیکٹریشین (۲) فٹر (۳) ویلڈر (Welder)

رابطہ نمبر

9337644048,9938790818,7504534974

پٹنہ

امارت انسٹی ٹیوٹ آف کمپیوٹر اینڈ الیکٹرونکس

امارت شرعیہ کیمپس پھلواری شریف پٹنہ

(۱) بیچلر آف کمپیوٹر اپلی کیشن (BCA) (۲) بیچلر آف بزنس ایڈمنسٹریشن (BBA) (۳) بیچلر آف لائبریری سائنس (BLIS) (۴) بیچلر آف جرنلزم اینڈ ماس کمیونیکیشن (BJMC) (۵) ڈپلوما ان آپریٹنگ لینگویج (DOL)

رابطہ نمبر

9431838323,9304109387,7003160520

پٹنہ

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (پارامیڈیکل)

امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

(۱) ڈپلوما ان میڈیکل لیبوریٹری ٹیکنالوجی (DMLT)

رابطہ نمبر

8873771070,7250222587,9334338123

پٹنہ

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (ITI)

ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف، پٹنہ

(۱) الکٹرونکس (۲) فٹر (۳) ڈرافٹس مین سول (۴) پلمبر (ایک سال)

رابطہ نمبر

8298678082,8825126782,9304924575

7979724968

پٹنہ

ڈاکٹر عثمان غنی امارت گرلس کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ (صرف لڑکیوں کے لئے)

ہارون نگر سیکٹر ۲، نزد پھلواری شریف ریلوے اسٹیشن، پٹنہ

(۱) بیچلر آف کمپیوٹر اپلی کیشن (BCA) (۲) بیچلر آف بزنس ایڈمنسٹریشن (BBA) (۳) بیچلر آف لائبریری سائنس (BLIS) (۴) بیچلر آف جرنلزم اینڈ ماس کمیونیکیشن (BJMC) (۵) ڈپلوما ان آپریٹنگ لینگویج (DOL)

رابطہ نمبر

9386133611,7563028644,8210878017

نوٹ: واضح ہو کہ امارت انسٹی ٹیوٹ آف کمپیوٹر اینڈ الیکٹرونکس اور ڈاکٹر عثمان غنی امارت گرلس کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی پٹنہ سے ملحق ہے، جبکہ پارامیڈیکل کا ڈپلوما کورس محکمہ صحت حکومت بہار سے منظور شدہ ہے اور آئی ٹی آئی کے تمام کورسوں کی منظوری نیشنل کاؤنسل آف ووکیشنل ٹریننگ (NCVT) سے حاصل ہے۔

سہیل احمد ندوی

سکریٹری جنرل امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

بانی امارت شرعیہ دور اندیش، عظیم مفکر اور صاحب بصیرت عالم دین تھے: نائب امیر شریعت

حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد کی حیات وخدمات پر لکھی گئی پہلی انگریزی کتاب(Hazrat Maualana Abul Mahasin Muhammad Sajjad & His Great Achievements) کا اجرا

مورخہ ۸/اگست ۲۰۲۱ء کو مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانیؒ کی تحریک پر لکھی گئی پہلی باضابطہ تصنیف 'Hazrat Maulana Abul Mahasin Muhammad Sajjad & hisGreat Aehievements' کا اجراء امارت شرعیہ کے نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی کے ہاتھوں میٹنگ روم امارت شرعیہ میں عمل میں آیا، مجلس کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا، پروگرام سے خطاب کرتے ہوئے نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نے فرمایا کہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ عبقری شخصیت کے مالک تھے، انہوں نے ملک و ملت کی رہنمائی کے لئے نمایاں خدمات انجام دیئے ہیں، امارت شرعیہ کا قیام ان کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ ہے، ان کی زندگی پر جو کچھ لکھا گیا ہے، اس سے بہت زیادہ لکھنے کی ضرورت ہے، قابل مبارک باد ہیں کتاب کے مصنف جناب آفتاب اطہر صاحب جنہوں نے امیر شریعت سابع کی ہدایت کے مطابق حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کی حیات و خدمات کو انگریزی زبان میں سپرد قرطاس کیا، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، اس کتاب کے مطالعہ سے نئی نسلوں کو اس ملک میں جینے اور عزت ووقار سے آگے بڑھنے کا سلیقہ آئے گا، پڑھنے والوں کو اندازہ ہوگا کہ اس مرد درویش نے کن حالات میں اور کتنا پہلے ملک کے مستقبل کا اندازہ کرلیا تھا، اور اس کے لیے تدبیریں اپنانی شروع کردی تھیں، اور اس مقصد کے لیے انہوں نے جمعیۃ علماء ہند اور امارت شرعیہ جیسی تنظیم قائم فرمائی، پیکر خلوص حضرت ابوالمحاسن مولانا محمد سجادؒ نے اپنا سب کچھ قربان کرکے پوری زندگی بے نفسی کے ساتھ امارت شرعیہ کے لیے کام کیا، اور گاؤں گاؤں کا سفر کرکے اس کی اہمیت وضرورت سے لوگوں کو واقف کرایا، اور اس تنظیم سے جوڑا، اس موقع سے حضرت نائب امیر شریعت نے کارکنان وذمہ داران امارت شرعیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ فکر سجاد کے ساتھ اپنے کاموں میں مشغول رہیں، حضرت نائب امیر شریعت صاحب نے فرمایا کہ حضرت ابوالمحاسن محمد سجادؒ سے متعلق ماضی میں جو تجاویز منظور ہوئی ہیں اسے ان شاء اللہ عملی جامہ پہنایا دیا جائے گا۔ حضرت مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے تفصیل کے ساتھ کتاب اور صاحب کتاب کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات کے مختلف پہلو ہیں اور ہر پہلو نہایت ہی اہم ہیں ان کی زندگی پر جناب ڈاکٹر آفتاب اطہر صاحب نے امیر شریعت سابع مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانیؒ کی ہدایت پر انگریزی زبان میں قلم اٹھا کر ایک بڑے ضرورت کی تکمیل کی ہے، بانی امارت شرعیہ کی زندگی پر اب تک انگریزی زبان میں باضابطہ کوئی کتاب نہیں آئی تھی یہ پہلی کتاب ہے، جس سے انگریزی داں طبقے میں حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کے افکار وخیالات کا ٹھیک سے تعارف ہوسکے گا، ساتھ ہی امارت شرعیہ کی اہمیت وضرورت معلوم ہوگی حضرت مولانا انظار عالم قاسمی قاضی شریعت مرکزی دارالقضا امارت شرعیہ نے کہا کہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ ایک فقیہ النفس عالم تھے انہوں نے ملت کی بہتر رہنمائی کے لئے وہ سب کچھ کیا جو ان سے ممکن ہوسکا لیکن حیرت ہے کہ ابھی تک ان کا ٹھیک سے تعارف بھی نہیں ہوسکا ہے جناب ڈاکٹر آفتاب اطہر صاحب انگریزی زبان میں حضرت کی زندگی پر باضابطہ کتاب لکھ کر قابل قدر کام کیا ہے، مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ کی شخصیت ہمہ گیر تھی ان پر بہت زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے، انہوں نے ملت کے لئے ہر طرح کی قربانیاں دیں، ضرورت ہے کہ ان کی فکر اور ان کے خیالات کو لوگوں تک پہونچایا جائے اس سلسلہ میں حضرت قاضی صاحب اپنے آخری دور میں جو سیمینار کرایا تھا اس میں جو تجاویز پاس ہوئی تھیں، اس نافذ کیا جائے، سالانہ خطبات سجاد کا اہتمام بھی اس تجویز کا حصہ تھا۔ جناب ڈاکٹر آفتاب اطہر صاحب نے انگریزی زبان میں ان کی زندگی اور کارنامے کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی اطمینان بخش کوششیں کی ہیں۔ مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت صدیوں میں پیدا ہوتی ہے انہوں نے سیاست، تعلیم اور تنظیم کے میدان میں جس طرح سے کام کیا وہ انہی کا حصہ تھا، انگریزی زبان میں اب تک ان کی زندگی پر کوئی باضابطہ تصنیف نہیں آئی تھی جس کی وجہ سے انگریزی داں طبقے میں حضرت کا مکمل تعارف نہیں ہوسکا تھا اللہ جزائے خیر دے مؤلف کتاب کا، جناب ڈاکٹر آفتاب اطہر نے کتاب کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ اس کتاب کے لکھنے کی ہدایت امیر شریعت سابع رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی اگر وہ باحیات ہوتے تو یقیناً دیکھ کر مسرور ہوتے۔ میں نے بڑی محنت کے ساتھ یہ کتاب ترتیب دی ہے حضرت نائب امیر شریعت کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے میرا حسب ضرورت مکمل تعاون فرمایا، مولانا رضوان احمد ندوی نے کہا کہ اس کتاب کی اشاعت سے انگریزی داں طبقہ کو فکر سجاد کی تفہیم میں مدد ملے گا۔ مولانا قمر انیس قاسمی معاون ناظم امارت شرعیہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے خون جگر سے اس ادارہ کو سینچا اور آج اس ادارہ میں جو کچھ رونق وترقی دیکھ رہے ہیں یہ حضرتؒ کی مخلصانہ ومجاہدانہ کاوشوں کا ثمرہ ہے، واضح ہو کہ اس کتاب کی کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، ایڈیٹنگ میں جن حضرات نے اپنی خدمات انجام دی ہیں ان میں بطور خاص مولانا جمشید عادل قاسمی اور مولانا محمد اسجد قاسمی صاحب استاذ شعبۂ انگریزی دارالعلوم وقف دیوبند قابل ذکر ہیں۔

تاریخیں خس وخاشاک کی نہیں کامیاب افراد کی لکھی جاتی ہیں

عثمان غنی گرلس ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ میں حضرت نائب امیر شریعت کا خطاب

عثمان غنی گرلس انسٹی ٹیوٹ کی خدمات خواتین میں ٹیکنیکل تعلیم کے فروغ میں نمایاں اور قابل قدر رہی ہیں، اس ادارہ کے نظام، رکھ رکھاؤ اور سلیقہ کو دیکھ کر بے انتہا خوشی ہوئی۔ میں نے جس قدر اس ادارہ کے بارے میں سنا تھا اس سے کہیں اچھا پایا، ان خیالات کا اظہار حضرت مولانا محمد شمشاد صاحب رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ نے عثمان غنی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ میں ذمہ داران سے تبادلہ خیال کے دوران کہا، حضرت نائب امیر شریعت نے طالبات ومعلمات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ حضرات کی خدمات تاریخ میں یاد رکھی جائیں گی، خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ تاریخ خس وخاشاک کی نہیں لکھی جاتی بلکہ ان افراد کی لکھی جاتی ہے جن کے نمایاں کارنامے ہوتے ہیں، آپ خواتین جو کام کررہی ہیں وہ ملک وملت دونوں کے لیے انتہائی اہم ہے، آپ حضرات تاریخ ساز ہیں، اور مستقبل کا مؤرخ آپ کی خدمات کو نظر انداز نہیں کرسکتا، حضرت نے اس موقع سے ادارہ کے چیرمین جناب خورشید انور عارفی اور جناب انعام خاں صاحب سکریٹری کی خدمات کو سراہا، اور امید ظاہر کی کہ ان شاء اللہ آپ حضرات کی خدمات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوگا، نائب امیر شریعت نے فرمایا کہ ادارہ کو آگے بڑھانے کے لیے جو ضرورت ہوگی اس کی تکمیل کی جائے گی، اس موقع پر قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے ذمہ داران امارت شرعیہ کا تعارف کرایا، اور کہا کہ امارت شرعیہ کا یہ ادارہ کئی اعتبار سے منفرد اور امتیازی حیثیت کا حامل ہے، ان شاء اللہ حضرت علیہ الرحمہ کے بقیہ کاموں کو ہم سب مل کر آگے بڑھائیں گے۔ جناب انعام خاں صاحب کی نظامت امارت ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے سکریٹری جنرل مولانا سہیل احمد ندوی کے شکریہ کی، اور نائب ناظم امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی کی دعاء پر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

حضرت مولانا محمد ولی رحمانی بے باک قائد تھے: حضرت نائب امیر شریعت

امارت شرعیہ میں علماء کرام کے ہاتھوں کتاب "ضیائے ولی" کی رسم اجراء

۷/اگست ۲۰۲۱ء کو امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے دفتر میں ضیاء ولی کا رسم اجراء علماء کرام کے ہاتھوں انجام پایا، اس موقع سے علماء کرام نے ضیاء ولی کی خصوصیات کے ساتھ حضرت امیر شریعت سابع مولانا محمد ولی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ حضرت مولانا شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت نے فرمایا کہ حضرت امیر شریعت بے باک قائد تھے، انہوں نے ملک وملت کے لئے جو خدمات انجام دیں وہ بہت مثالی ہے، انہوں نے امارت شرعیہ کے کاموں کو آگے بڑھانے کے لئے قابل قدر اقدام کئے، حضرت نائب امیر شریعت نے فرمایا کہ کتاب کے مرتب مولانا محمد قمر عالم ندوی استاذ مدرسہ احمدیہ ابابکر پور ویشالی قابل مبارک باد ہیں کہ انہوں نے اس اہم مجموعہ کو مرتب کیا اور صرف ایک ضلع کے اہل قلم سے نئے غیر مطبوعہ مضامین سے یہ کتاب تیار ہوگئی، حضرت نے فرمایا کہ امارت شرعیہ اور خانقاہ کے اکابر سے مولانا قمر عالم ندوی کے خاندان کا رشتہ مضبوط رہا ہے یہ مجموعہ اسی مضبوط رشتہ کی دلیل ہے، مجلس سے خطاب کرنے والوں میں مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ، مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا سہیل احمد ندوی، مفتی سہیل احمد قاسمی، مولانا انظار عالم قاسمی، مفتی وصی احمد قاسمی، مولانا رضوان احمد ندوی، مولانا قمر انیس قاسمی، مولانا قمر عالم ندوی، مولانا محمد یحییٰ ندوی، مولانا سجاد احمد ندوی، مولانا نصیر الدین مظاہری اور مولانا صدر عالم ندوی کے اسماء گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں، حضرت نائب امیر شریعت کی دعا پر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

حالات کے پیش نظر اپنے بچوں کو علاقائی مدارس میں داخل کرائیں: مولانا محمد شبلی القاسمی

مدارس کے ذمہ داران معیار تعلیم اور ہوسٹل کے نظام کو خوشگوار بنائیں

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی قاسمی صاحب نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ گذشتہ دو تعلیمی سال کورونائی وبا اور لاک ڈاؤن کی نذر ہوچکا ہے، اس سے بڑا نقصان مدارس، اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والے بچوں کا ہوا، خاص کر دیہاتوں میں رہنے والے طلبہ اور ایسے طلبہ جن کے والدین کی مالی حالت کمزور ہے، ان کا بڑا تعلیمی حرج ہوا، کیوں کہ سہولیات کے فقدان کی وجہ سے آن لائن تعلیم میں شرکت سے ایسے طلبہ محروم رہے۔ اب جبکہ لاک ڈاؤن میں درجہ بدرجہ نرمی کا سلسلہ جاری ہے، چند دنوں کے بعد اسکولوں اور کالجوں کے کھولنے کا سرکاری حکم آچکا ہے، اور حالات ایسے بن رہے ہیں کہ جلد ہی مدارس اسلامیہ کے کھلنے کی بھی توقع کی جاسکتی ہے، ہم امید کرتے ہیں کہ جلد ہی طلبۂ مدارس اپنی اپنی تعلیم گاہوں کی طرف رخت سفر باندھیں گے۔ یہ حقیقت ہے کہ بہار، جھارکھنڈ واڈیشہ کے طلبہ کی ایک بہت بڑی تعداد حصول تعلیم کے لیے دیگر ریاستوں کے مدارس میں جاتی ہے، ان میں چھوٹے بچوں کی بھی اچھی خاصی تعداد ہوتی ہے، موجودہ حالات میں یہ محسوس کیا جارہا ہے کہ طلبہ کے لیے خاص طور پر چھوٹے بچوں کے لیے دور کا سفر محفوظ نہیں ہے۔ امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ منعقدہ ۲۲/دسمبر ۲۰۱۹ء کو اس مسئلہ پر غور کیا گیا تھا اور مجلس شوریٰ نے محسوس کیا تھا کہ کم عمر طلبہ کا اپنے صوبوں سے باہر کے مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے جانا مناسب اور محفوظ نہیں ہے، اس لیے کہ سابقہ برسوں میں کئی ایسے واقعات پیش آئے ہیں، جس میں دور دراز کے مدارس میں جارہے نوعمر طلبہ کو اسٹیشن پر حقوق انسانی کمیشن اور چائلڈ لیبر مخالف دستوں کے ذریعہ ٹرینوں سے اتار لیا گیا اور انہیں پریشانیوں سے گذرنا پڑا۔ اس کے علاوہ گذشتہ لاک ڈاؤن میں جس طرح ان صوبوں کے طلبہ مہاراشٹر، یوپی، گجرات اور دیگر صوبوں میں پھنسے اور ان کے لیے وطن واپسی کا شدید مسئلہ پیدا ہوا، بڑی دقتوں اور کاوشوں سے ان طلبہ کے محفوظ وطن واپسی کا انتظام کیا گیا، امارت شرعیہ نے بھی اس موقع پر طلبہ کی وطن واپسی یقینی بنانے کے لیے بڑی محنت کی۔ ایسی صورت حال میں اس وقت قطعاً مناسب نہیں ہے کہ تعلیم کے لیے زیادہ دور دراز کے صوبوں کا انتخاب کیا جائے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ علاقائی مدارس کو ہی ترجیح دی جائے۔ انہوں نے والدین اور سرپرستوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو خاص طور پر چھوٹے بچوں کو مقامی مدارس میں ہی داخل کرائیں انہیں دور دراز نہ بھیجیں، البتہ جب وہ بڑے ہوجائیں اور حالات سازگار ہوجائیں تو اعلیٰ تعلیم کے لیے دور دراز کے مدارس میں بھیج سکتے ہیں۔ مولانا نے امارت شرعیہ کے علاقائی نمائندوں، نقباء، نائبین نقباء، امارت شرعیہ کے بلاک وضلع سطح کے صدر وسکریٹری، ارباب حل وعقد، ارکان شوریٰ وعاملہ، مدارس کے ذمہ داران، اساتذہ کرام اور ائمہ کرام سے بھی اپیل کی ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں اس بات پر نظر رکھیں اور سرپرستوں کو سمجھائیں کہ وہ اپنے بچوں کو مقامی یا قریب کے مدرسہ میں داخل کرائیں۔ ائمہ کرام جمعہ کے خطبوں میں بھی اس موضوع پر گفتگو کریں اور حالات کی نزاکت کو سمجھاتے ہوئے والدین اور سرپرستوں سے گذارش کریں کہ وہ قریب کے مدارس میں اپنے بچوں کو داخل کرائیں۔ قائم مقام ناظم صاحب نے مدارس کے ذمہ داران سے بھی اپیل کی ہے کہ وہ اپنے تعلیمی نظام کو بہتر بنائیں، صفائی ستھرائی کا خیال رکھیں اور ہوسٹل کے نظام کو بھی خوشگوار بنائیں، بچوں کو ایک پرکشش اور صحت مند ماحول میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع دیں تاکہ والدین اپنے بچوں کا داخلہ آپ کے مدرسہ میں مطمئن ہوکر کرا سکیں۔ بہتر ہے کہ مقامی ذمہ دار لوگوں کے ساتھ مدرسہ کے ذمہ داروں کی میٹنگ ہو اور آپسی تعاون سے مدرسہ کے نظام کو بہتر اور پرکشش بنایا جائے تاکہ علاقہ کے بچوں کی بہتر تعلیم وتربیت، خوشگوار اور صحت مند فضا میں ہوسکے۔

Scanned with CamScanner

واقعۂ کربلا؛ دروس ونصائح

مولانا شمیم اکرم رحمانی

اک فقر ہے شبیری، اس فقر میں ہے میری
میراث مسلمانی، سرمایہ شبیری

(علامہ اقبال)

دنیا میں بے شمار اہم ترین واقعات ظہور پذیر ہوئے ،لیکن تاریخ نے بہت کم واقعات کو اپنے دامن میں ٹھیک سے جگہ دی ہے۔ واقعہ کربلا ان اہم ترین اور گنے چنے واقعات میں سے ایک ہے، جنہیں تاریخ میں شہ سرخی کی حیثیت حاصل ہے۔یہی وجہ ہے کہ زمانے کی گرد کربلا کے نقوش کو دھندلا کرنے میں ناکام رہی ہے، چنانچہ جیسے ہی ماہ محرم الحرام کا آغاز ہوتا ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت اور آپ کے اصحاب کی جاں نثاری کے قصے لوگوں کی زبانوں آنے لگتے ہیں اور ماہ محرم الحرام کے ختم ہونے کے بعد تک باقی رہتے ہیں، زبان خلق کو اگر نقارۂ خدا سمجھا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے واقعے سے دنیا بھر کے انسانوں کی بے پناہ دلچسپی مشیت ایزدی کے تحت ہے، جس میں بہت سی مصلحتیں اور اسباق کے پوشیدہ ہونے کا قوی امکان ہے۔ مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حضرت حسینؓ اور ان کے اصحاب کی مظلومانہ دردانگیز شہادت کا واقعہ کچھ ایسا نہیں ہے کہ اسے بھلایا جاسکے، نہ صرف مسلمان، بلکہ ہر انسان اپنے دل میں اس سے ایک درد محسوس کرنے پر مجبور ہے اور اس میں اہل نظر کیلئے بہت سی عبرتیں اور نصائح ہیں''۔(اسوۂ حسینی یعنی شہید کربلا، ص:9)

یہ سچ ہے کہ محرم الحرام کی اہمیت واقعہ کربلا کی بنیاد پر نہیں ؛ بلکہ روز اول سے ہی تسلیم شدہ ہے لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ واقعہ کربلا کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ واقعۂ کربلا کے اس ماہ میں وقوع پذیر ہونے کی وجہ سے اس ماہ کی اہمیت مزید لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہوگئی ہے جس کی پشت پر گرچہ براہ راست قرآن وسنت کے دلائل نہیں لیکن اہل بیت کی رمق ضرور موجود ہے۔ مجھے اس بات کا احساس ہے کہ لوگوں کے اہل بیت سے محبت کے اظہار کے طریقے شریعت کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہیں؛ لیکن اس کی وجہ اس کے علاوہ اور کیا ہے کہ ہم آہنگ بنانے کی کارگر محنتیں نہ ہوئی ہیں اور نہ ہو رہی ہیں، نتیجتاً جو واقعہ اپنے دامن میں سیکڑوں اسباق اور نصائح رکھتا ہے، وہ آج افراط وتفریط کے ساتھ ساتھ بدعات وخرافات کا ایک ایسا معجون بن کر رہ گیا ہے، جس میں عقیدت حسین کے نام پر ہر طرح کی بدتمیزیوں کی گنجائش موجود ہے۔ العیاذ باللہ۔ وہیں دوسری طرف یہ بھی کم بڑا المیہ نہیں ہے کہ کچھ لوگ یزید کو ہیرو بنا کر پیش کرنے کو عبادت خیال کرتے ہیں اور یزید کو اس حدیث کا مصداق سمجھتے ہیں، جس میں قیصر روم کے شہر پر سب سے پہلے حملہ کرنے والوں کے لئے مغفرت کا وعدہ موجود ہے، یہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ یزید سے قبل بھی قیصر روم کے شہر پر حملے ہو چکے تھے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ جس شہر پر حملہ کرنے والوں کے لیے مغفرت کا وعدہ موجود ہو اس کیلئے عہد صحابہ میں کسی نے کوشش نہ کی ہو، وہ لوگ یقیناً غلطی پر ہیں جو یزید کو بے گناہ ثابت کرنے کے چکر میں نواسۂ رسول کے دامن کو داغ دار کرنے کی جسارت کرتے ہیں، سچ تو یہ ہے کہ یزید کے جرائم کی لمبی فہرست سے اس وقت بھی دنیا بڑی حد تک آگاہ تھی، اسی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد جب یزید باضابطہ تخت خلافت پر بیٹھا تو اسلامی ریاست کا مقصد بدل کر رکھ دیا تھا اور اس نے دین کے بنیادی ڈھانچوں کو کمزور کرنے کی کوششیں شروع کردی تھی جس کے نتیجے میں خیر کی جگہ شر، روشنی کی جگہ تاریکی اور عدل وانصاف کی جگہ ظلم وناانصافی نے لے لی تھی۔ اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ بیعت یزید پر رضامند ہوجاتے، تو بلاشبہ انہیں دنیوی آسائشیں بہت مل جاتیں؛ لیکن یزید کے جرائم کو وجہ جواز مل جاتی اور آپ کو اپنے نانا جان کے لائے ہوئے دین کو مٹتا ہوا دیکھ کر خاموش رہنا پڑتا؛ اس لئے آپ نے بیعت سے نہ صرف انکار کیا؛ بلکہ اپنے انکار پر چٹان کی طرح ڈٹ گئے، یہاں تک کہ میدان کربلا میں بیعت یزید یا جان کی قربانی کے علاوہ کوئی تیسری راہ نظر نہیں آئی، تو آپ نے اپنے مخلص ترین احباب واقربا کیساتھ جان کی قربانی دیدی؛ لیکن بیعت یزید پر رضامند نہیں ہوئے اور ظلم کے خلاف ڈٹ جانے کی ایسی شاندار اور قابل فخر تاریخ چھوڑ گئے جس کی مثال کبھی پیش نہیں کی جاسکتی ہے:

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسر میداں مگر جھکی تو نہیں

(نامعلوم)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خطابات اور خطوط کے مطالعے سے جنگ کربلا کے جو مقاصد واضح ہوتے ہیں، انہیں اگر ایک جملے میں بیان کیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ جنگ کربلا کا مقصد دین کی عملی سرفرازی تھی۔ جو لوگ واقعہ کربلا کو تاج وتخت یا یزید سے حسین رضی اللہ عنہ ذاتی رنجش کی جنگ خیال کرتے ہیں، وہ نہ صرف قلت مطالعہ کے شکار ہیں بلکہ جنت کے نوجوانوں کے سردار کی پرورش وپرداخت پر سوالیہ نشان کھڑا کرتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بالواسطہ تنقید کرتے ہیں، جہاں پہنچ کر اپنے ایمان کی خیر منانے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں رہتا، جنہیں ان باتوں پر یقین نہیں ہے، انہیں قاتلان حسین کے انجام کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے جس سے نہ صرف مقام شبیری کا اندازہ ہوگا؛ بلکہ شکست کے باوجود حسین اور حسینیت کے سرخرو ہونے کا راز بھی معلوم ہوجائے گا:

حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیری
بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی

(علامہ اقبال)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے لیکن اپنے ماننے والوں کے لئے ایک واضح نظریہ بے شمار نصیحتیں اور سینکڑوں اسباق چھوڑ گئے جو قیامت تک کے انسانوں کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ نے عملی طور پر امت مسلمہ کو ایک طرف سخت ترین حالات میں نماز قائم کرنے ،خدا پر مکمل اعتماد کرنے، دنیوی مفادات کی خاطر ضمیر کو بیچنے سے روکنے کے اسباق سکھائے، تو وہیں دوسری طرف غلط کے خلاف ڈٹ جانے ضمیر کی آواز پر لبیک کہنے اور اسلام کے لئے انجام کی پرواہ کے بغیر سب کچھ کرگزرنے کے طریقے بھی سکھائے، لیکن تشویشناک بات یہ ہے کہ لوگوں نے حضرت حسین کے تذکرے کو زندہ رکھ کر ان کی تعلیمات کو یکسر ہی فراموش کردیا ہے، ورنہ سینہ کوبی، زنجیر زنی اور تعزیہ داری جیسی خرافات کا وجود نہ ہوتا، مفاد پرستی، انتشار وافتراق اور خوف کی جگہ ہمارے معاشرے میں ملت سے وفاداری، اتحاد واتفاق اور عزم وہمت کا بول بالا ہوتا، جس کے نتیجے میں امت مسلمہ قعر مذلت میں گرنے کے بجائے عروج کے منازل طے کر رہی ہوتی ،لیکن آہ! حسین کے یاد کرنے والوں سے لیکر حسین کے نام پر محفلیں سجانے والوں اور حسین کے نام پر پیسے کمانے والوں تک نے حسینیت کو اپنے دل ودماغ سے مکمل محو کردیا ہے۔ غالباً اسی لئے اقبال شکوہ کناں نظر آتے ہیں:

قافلۂ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

اگر لوگ شہادت حسین اور واقعۂ کربلا سے حاصل ہونے والے اسباق کو عملی زندگی میں ڈھال لیں، تو آج بھی استبدادی فکر کی حامل گروہیں اور ہر طرح کی ظالم طاقتیں خواہ وہ اسلامی لباس میں ملبوس ہی کیوں نہ ہوں، نہ صرف اہل ایمان سے خوف کھائیں گی؛ بلکہ شکست ان کا مقدر ہوگی اور اللہ تعالیٰ کسی مختار کو ضرور بھیجے گا جو ناانصافیوں کے خلاف ننگی تلوار بن کر ان کے چیتھڑے اڑادے گا بقول جوش ملیح آبادی:

کربلا اب بھی حکومت کو نگل سکتی ہے ☆☆☆ کربلا تخت کو تلووں سے مسل سکتی ہے
کربلا خار تو کیا آگ پہ چل سکتی ہے ☆☆☆ کربلا وقت کے دھارے کو بدل سکتی ہے
کربلا قلعۂ فولاد ہے جراروں کا ☆☆☆ کربلا نام ہے چلتی ہوئی تلواروں کا

خدا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تعلیمات پر ہم سبھوں کو چلنے کی توفیق عطا فرمائے!

حکومت بے گھر خاندانوں کی بازآبادکاری اور ندیوں کے کٹاؤ کو روکنے پر فوری توجہ دے : ارکان وفد امارت شرعیہ

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی طرف سے پورنیہ کے بائیسی، امور اور بیسا بلاک کی ندی کٹاؤ سے متاثرہ آبادیوں میں وفد امارت شرعیہ نے راحت رسانی کا کام حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ اور قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی ہدایت پر کیا۔ ۸/اگست کو امارت شرعیہ کا وفد منگل پور پہنچا جہاں مسلم اور برادران وطن کی ملی جلی آبادی ہے جس کا بیشتر حصہ دریا کی نذر ہو چکا ہے لوگوں کے پختہ مکانات بھی دریا کی زد میں آچکے ہیں جس کا منظر انتہائی ہولناک اور تکلیف دہ ہے جب وفد نے وہاں راحتی سامان اور عبوری بازآبادکاری کی رقم پیش کی تو لوگوں کی آنکھیں خوشی کے آنسو سے نم ہوگئیں وہاں مسلم وبرادران وطن یک زبان و یک حال نظر آئے امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کا یہ وفد حکومت بہار سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ جہاں جہاں ندی کے کٹاؤ سے انسانی زندگیاں متاثر ہوئی ہیں اور وہاں کے بسنے والے لوگ بے گھر ہوئے ہیں حکومت ترجیحی بنیاد پر ان کی بازآبادکاری کی فکر کرے اور اسی کے ساتھ انسانیت نواز دوسری تنظیمیں بھی ان کی پریشانیوں کا مستقل حل تلاش کریں خصوصا وہ لوگ جن کا گھر پوری طرح دریا کا حصہ بن گیا ہے اور ان کے پاس رہنے کے لئے دوسری زمین میسر نہیں ہے ایسے لوگ مقامی اسکول وہسپتال کے باہری حصوں میں پناہ لینے پر مجبور ہیں انہیں معقول گھر وزمین کا معاوضہ دیا جائے تاکہ ان کی بازآبادکاری ممکن ہوسکے یہاں کی زیادہ تر آبادی کمزور کاشتکار ومزدوروں کی ہے لوگ پہلے سے ہی لاک ڈاؤن کی مار سے معاشی طور پر ٹوٹ چکے تھے اور مزید ان کے رہے سہے آشیانہ کے اجڑ جانے سے حالت قابل رحم بن گئی ہے، امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ ملک کی ان بڑی زندہ ومتحرک تنظیموں میں سے ایک ہے جس نے اپنی انسانی وسماجی خدمات کے سو سال کامیابی کے ساتھ پورے کرلئے ہیں اس کی یہ تاریخ رہی ہے کہ جب بھی انسانیت کہیں مصیبت سے دوچار ہوتی ہے یہ اپنے محدود وسائل کے ساتھ وہاں ضرور نظر آتی ہے۔ اس وفد میں شریک امارت شرعیہ پھلواری شریف کے نائب ناظم مولانا ومفتی محمد سہراب ندوی امارت شرعیہ کے علاوہ معاون ناظم مولانا احمد حسین قاسمی مدنی مولانا فضل نورانی قاضی شریعت امور پورنیہ امارت شرعیہ کے مبلغ مولانا مزمل حسین قاسمی اور مفتی شمس توحید صاحب ناظم دارالعلوم امور اور دیگر مقامی علماء کرام وسماجی کارکنان حضرات شریک تھے۔

امارت شرعیہ کی جانب سے پورنیہ میں سیلاب متاثرین کی امداد

مورخہ ۷/اگست ۲۰۲۱ء ضلع پورنیہ کے بلاک امور مقام تالباڑی سیمل باڑی وسرجاپور میں حضرت نائب امیر شریعت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی مدظلہ اور قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی خصوصی ہدایت پر زیر قیادت مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ ایک مؤقر وفد سیلاب متاثرین تک ریلیف لے کر پہونچا ان متاثرین سے ملاقات اور مزاج پرسی کی گئی جملہ متاثرین نے وفد امارت شرعیہ کا اور تمام کارکنان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا اور دعائیں دیں۔ امور بلاک کا یہ خطہ دریا کے کٹاؤ کی وجہ سے بری طرح متاثر ہوا ہے جس کی بنا پر لوگ نقل مکانی پر مجبور ہیں مگر دریا میں پانی کا بہاؤ اس قدر تیز ہے کہ جس جگہ پر باشندوں نے پناہ لی تھی دوبارہ وہ بھی اس کی زد میں آرہا ہے ایک بڑی آبادی کے بے گھر ہونے کی دہلیز پر آپہنچا ہے جن کے پاس زمین نہیں ہے ان کی پریشانی حد درجہ بڑھی ہوئی ہے امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے اس وفد نے دریا کا معائنہ بھی کیا اور اپنے بیان میں ارباب اقتدار کو بھی اس جانب متوجہ کیا کہ بہار حکومت اور اس حلقہ کے سیاسی نمائندے ترجیحی بنیاد پر ان پریشان حال لوگوں کی آبادی کو محفوظ رکھنے اور دریا کے بڑھتے کٹاؤ پر بند باندھنے کی عملی کوشش کریں خصوصی طور پر سیمل باڑی اور سرجاپور جو دوآبہ والا علاقہ ہے دو دریاؤں کے درمیان ہونے کی وجہ سے پورے طور پر خطرے میں ہے لوگ رفتہ رفتہ دوسرے مقامات پر منتقل ہو رہے ہیں ان دونوں علاقوں کی تقریباً چار بستیوں کے ۶۵/خاندان کو نقد رقوم اور تین تین جوڑے کپڑے امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کی جانب سے متاثرین کے درمیان تقسیم کئے گئے۔ تقسیم ریلیف میں امارت شرعیہ کے معاون ناظم مولانا احمد حسین قاسمی مدنی، مولانا مزمل حسین قاسمی مبلغ امارت شرعیہ دارالقضاء امور پورنیہ کے قاضی شریعت مفتی فضل نورانی صاحب مفتی شمس توحید صاحب ناظم دارالعلوم امور اور انقلاب کے نمائندہ مولانا توصیف ندوی مدرسہ سراج العلوم تالباڑی کے صدر المدرسین مولانا ذاکر حسین ندوی حاجی ظہیر الدین وغیرہ موجود تھے۔

Scanned with CamScanner

پروفیسر ابوالکلام قاسمی کی تنقید نگاری

پروفیسر قاضی عبیدالرحمن ہاشمی

اسلوب احمد انصاری، شمس الرحمٰن فاروقی، گوپی چند نارنگ، فضیل جعفری اور شمیم حنفی وغیرہ کے بعد اردو ادیبوں کی جو نسل اپنے سنجیدہ ادبی و تنقیدی سروکار کے توسط سے اعتبار و استناد تک پہنچی، ان میں ایک اہم اور ممتاز نام ابوالکلام قاسمی کا بھی ہے۔ ادبی تنقید سے ان کے ذہنی شغف اور شوق کا سلسلہ گزشتہ تقریباً چار دہائیوں پر پھیلا ہوا ہے۔ پی ایچ۔ڈی مقالے پر مبنی کتاب 'مشرقی شعریات اور اردو تنقید کی روایت' کے علاوہ زیادہ تر مضامین لکھ کر انھوں نے اپنی شناخت قائم کی ہے۔ ان کی ایک خوبی جو کم لوگوں میں ملتی ہے اس کا تعلق ان کی اس صلاحیت سے ہے جب متعلقہ موضوع کے بارے میں تقریباً تمام تفصیلات ان کے ذہن میں واضح ہو جاتی ہیں تو وہ منصوبہ بند طریقہ پر مرحلہ وار اپنے مقدمات پیش کرتے اور آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ اس کے کئی فوائد ہیں۔ اوّل یہ تکرارِ خیال سے بچتے ہیں دوم زیرِ بحث مسئلہ الجھنے کے بجائے ایک منطقی انجام تک اس طرح پہنچتا ہے کہ قاری کو تشنگی کے بجائے ایک تشفی کا احساس ہوتا ہے۔

مضمون لکھنے کا یہ ایسا آرٹ ہے جو بغیر مشق اور ریاضت کے ہاتھ نہیں آتا۔ مغرب میں یہ ایک مضبوط روایت رہی ہے جس کی پیروی مشرق میں کم ہی کی جا سکی۔ ابوالکلام قاسمی نہ صرف اس روایت پر کامیابی کے ساتھ گامزن ہیں بلکہ وہ آل احمد سرور اور خلیل الرحمٰن اعظمی کی مانند تنقید کی زبان کے بنیادی فرائض سے پہلو تہی کیے بغیر اور مباحث کو ضروری حد تک فلسفیانہ تفکر کی سطح تک لے جانے کے باوجود اس کے ادبی اور جمالیاتی تقاضوں کو بھی کم ہی نظر انداز کرتے ہیں۔ شاید یہی خوبی ہے جو قاسمی کو اپنے ہم عصروں میں زیادہ توجہ کے قابل اور لائق مطالعہ بناتی ہے۔ مختلف النوع مضامین پر مشتمل قاسمی کی تازہ ترین کتاب 'کثرتِ تعبیر' کے مطالعہ سے بھی ان کے مذکورہ تنقیدی طرزِ عمل کی ہی توثیق ہوتی ہے جس کے سبب اس تصنیف کے بیش تر مضامین جہاں نقاد کی دیدہ وری اور وسعتِ مطالعہ کے غماز ہیں، زبان کی تازہ کاری اور حلاوت کا بھی... وافر ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ متعدد ادبی اصناف اور اشخاص کی اس کہکشاں میں انھوں نے غالب، اقبال اور اختر الایمان پر بھی خاطر خواہ توجہ دی ہے۔

غالب اور اقبال پر اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ان کے فکر و فن کے تعلق سے کوئی نئی بات یا کسی نئے پہلو کا انکشاف تقریباً ناممکن ہے، تاہم قاسمی صاحب کا شمار ان اہلِ نظر لوگوں میں ہوتا ہے جو کوئی مضمون رواداری یا محض خانہ پری کے لیے نہیں لکھتے، چنانچہ انھوں نے اپنے مطالعات غالب اور اقبال میں بھی تعبیر کی نئی جہتیں دریافت کرنے کی کوشش کی ہے جو یقیناً توجہ کے قابل ہے۔ کلامِ غالب میں تصورِ عشق کی ھویت، کے سیاق میں پیش پا افتادہ خیالات سے گریز کرتے ہوئے انھوں نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ غالب کی منفرد شخصیت وادیٔ عشق میں بھی حواس باختہ ہوتی ہے اور نہ خود سپردگی اور نفیِ ذات کی سزاوار ہونا پسند کرتی ہے۔ چنانچہ کلام غالب سے مختلف مثالوں کے ذریعہ واضح کرتے ہیں کہ اکثر و بیش تر شاعر غالب اور عاشق غالب، دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں، جسے غالب اپنا غیر بنا کر پیش کرتے ہیں۔

قاسمی نے غالب کی مزاجی کیفیات کے تعلق سے ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے، ان کا خیال ہے کہ غالب نے زندگی کے عام معمولات، معاملات اور تفصیلات کو اپنے مکتوب میں بیان کیا، تاہم ذہنی رویوں تصوراتی اور ماورائی زندگی کی تشکیل شاعری کے لیے مخصوص کی، اس طرح شعری عمل ان کی فکری آزادی کا وسیلہ اور شاعری ان کی پناہ گاہ بن گئی۔ غالب کے عشقیہ واردات کے ضمن میں یہ وہ حقائق ہیں جن کی طرف قاسمی نے اشارہ کر کے بڑی باریک بینی کا ثبوت دیا ہے۔ جدید نوآبادیاتی صورت حال پر اقبال کے ردعمل کے ضمن میں انھوں نے بعض بڑے پتے کی باتیں کہی ہیں۔ نوآبادیاتی ڈسکورس کے سیاق میں مضمون کے آغاز میں جو باتیں کی گئی ہیں ان سے انکار ناممکن ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ اقبال بیسویں صدی کے ان معدودے چند شاعروں میں ہیں جنھوں نے اپنی فہم و فراست سے مغربی تہذیب میں مضمر تضادات اور اس کے عیب و ہنر کو بخوبی سمجھا تھا جس کا برملا اظہار ان کی شاعری اور نثری تحریروں میں موجود ہے، جیسا کہ قاسمی نے بتایا ہے خود مغرب کے بعض اہلِ نظر، مثلاً کالرج، بلیک اور ورڈس ورتھ وغیرہ بھی حد سے متجاوز عقل پرستی کے حق میں نہ تھے۔

قاسمی کا یہ موقف بھی درست ہے کہ اقبال مغرب کے سخت محاسب اور ناقد ہونے کے باوجود مشرق کی مجہولیت اور بے عملی کے پس منظر میں مغرب میں موجود حرکت و عمل کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے دکھاتے تھے، بلکہ یہاں پائی جانے والی بے ربطی افکار اور صلابت کے فقدان کو بھی نقصان دہ اور ہلاکت خیز تصور کرتے تھے۔ نوآبادیاتی تہذیبی اقدار اور اعمال کی نقش گری کے لیے اقبال نے جس طریقہ سے موثر تخلیقی حربے اور شعری تدابیر استعمال ہیں ان کو نشان زد کرنے کا فریضہ بھی قاسمی نے بڑی باریک بینی سے ادا کیا ہے، چنانچہ ان کا یہ کہنا کہ فرنگ، دورِ حاضر، تہذیبِ حاضر، دانشِ حاضر اور کلیسا وغیرہ جیسی اصطلاحات اقبال نے مغربی تہذیب کے مترادف یا متبادل کے طور پر استعمال کی ہیں۔ علاوہ ازیں اقبال کے نظامِ فکر میں مغرب کہیں طاقت اور جلال کی نمائندگی کرتا ہے تو مشرق نرمی اور جمال کی۔ ایک دوسرا پہلو جس کی طرف قاسمی نے اشارہ کیا ہے اس کا تعلق مغرب کے تصورِ وطن سے ہے جو اقبال کے نزدیک علاحدگی اور جغرافیائی تقسیم کے مترادف ہے جس میں نسلی تفریق کے جراثیم موجود ہیں۔ یہاں قاسمی نے اقبال کے معروف شعر:

تہران ہو گر عالمِ مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

کے حوالہ سے فکرِ اقبال کی اس کش مکش کی طرف صحیح اشارہ کیا ہے کہ تہران میں جمعیت اقوامِ مشرق جیسی کوئی تنظیم ہوتی تو اہلِ مشرق اپنے مسائل یہاں مل کر حل کر سکتے تھے۔ تاہم یہ بھی ممکن ہے کہ تہران کی مرکزیت کے پس پشت شیعہ سنی مسئلہ کا تصفیہ بھی اقبال کے پیشِ نظر رہا ہو، جو اتحاد و اتفاق کی صورت میں ایک بڑی طاقت بن کر ابھر سکتے تھے، جس کی طرف قاسمی نے دھیان نہیں دیا۔ اس سے قطعاً اختلاف نہیں ہو سکتا کہ مذہب ایک بہت بڑی اخلاقی قوت ہے جس کی مقناطیسی جذب پزیری بھی تسلیم شدہ ہے، تاہم اس وقت تمام عالمِ اسلام میں اسلام اور مسلمانوں کا جو حال ہے مذہب اور ریاست کی تطبیق اقبال جیسے بڑے مفکر کا محض ایک آئیڈیل یا خوابناک تصور ہی کہا جا سکتا ہے۔

فکرِ اقبال کے ایک اور نہایت اہم پہلو بازارِ حصص اور نجی کاری سے وابستہ موجودہ سنگین صورتِ حال جس میں اہلِ مغرب اور اس کے پیرو بری طرح گرفتار ہو چکے ہیں جس کا انتباہ اقبال نے واضح طور پر کیا تھا:

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات

اس وقت مہذب دنیا کے لیے شاید سب سے بڑا چیلنج ہے۔ قاسمی نے ذیل کے اشعار:

افغانوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو
اہلِ حرم سے ان کی روایات چھین لو
آہو کو مرغزارِ ختن سے نکال دو

کے سیاق میں دانشِ اقبال پر روشنی ڈالتے ہوئے اہلِ مغرب کی کئی صدیوں پرانی اسلام اور مسلم دشمنی کی جانب بجا طور پر اشارہ کیا ہے، تاہم اقبال کی حد درجہ ثناخوانی میں وہ یہ بھول گئے کہ عظیم اخلاقی و انسانی اقدار و روایات کی جستجو میں اقبال کی غیر معمولی ماضی پرستی اور اس کے پراسرار دھندلکوں سے رومانی شیفتگی نے مسلمان نوجوانوں کے ذہنوں پر نہ صرف مغرب اور مغربیت بلکہ بحیثیت مجموعی جدید سائنسی علوم اور تحقیق و جستجو کی برکات سے بھی اس درجہ برگشتہ کر دیا کہ وہ جیتے جی افسانہ اور نمونۂ عبرت بن گئے جس کی بدترین مثال موجودہ افغانستان ہے۔

ماضی پرست تو ٹیگور بھی تھے، جنھوں نے مغربی ثقافت پر سخت تنقید کی اور اپنی قومی حمیت و انفرادیت پر ہمیشہ اصرار کیا لیکن ان کی شاعری کا جادو شاید اتنا تیز اثر نہ تھا جتنا اقبال کی صہبائے دوآتشہ کا نشہ تھا جو اترا نہ اس سے نجات کی صورت ہی نکل پائی۔ قاسمی کے مطالعات میں اردو کے ایک البیلے شاعر اور نئی اردو نظم کے اہم ترین نمائندہ اختر الایمان کے شعری امتیازات پر بھی ایک مضمون شامل ہے جو اس لحاظ سے بھی خیر مقدم کیے جانے کے قابل ہے کہ اختر الایمان پر بہت کم توجہ دی گئی اور ان کی فطری اور خداداد صلاحیتوں کی زائیدہ غیر معمولی تخلیقی اپج اور فنی امکانات کا عرفان و ادراک بہت کم کیا جا سکا۔

قاسمی نے اس مضمون میں اختر الایمان کی مختلف چھوٹی بڑی نظموں میں پوشیدہ فنی اور تخلیقی ندرت اور نزاکتِ احساس کو جس خوبی اور باریک بینی سے نشان زد کیا ہے اس کی جس قدر ستائش ہو کم ہے۔ قاسمی نے اختر الایمان کی نظموں کی قرأت اور تفہیم کے لیے بجا طور پر یہ شرط عائد کی ہے کہ ان کا تصورِ کائنات ان کے تہذیبی رویوں میں اس درجہ پیوست ہے کہ دونوں کو علاحدہ کر کے کسی نتیجہ تک پہنچنا دشوار ہے، حد یہ کہ ان کے فنی لوازم، طنز، قولِ محال، مکالمہ اور خود کلامی وغیرہ کے متحرک کردار کو بھی مذکورہ آمیزش کی نوعیت کو سمجھے بغیر قابلِ فہم نہیں بنایا جا سکتا۔

اختر الایمان کی مجموعی فنی کارکردگی کا احاطہ کرتے ہوئے قاسمی نے بعض بڑی اہم اور قابلِ توجہ باتیں کہی ہیں جس سے ان کے مشاہدہ اور تنقیدی بصیرت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ:

''اختر الایمان کے موضوعات اور طرزِ اظہار میں جو مناسبت اور ہم آہنگی ہے اس میں تجربے کی بدلی ہوئی نوعیت کے تقاضے کے مطابق ہیئت کی داخلی ساخت میں تبدیلی کا بڑا اہم رول ہے۔ اختر الایمان نے کبھی بھی چونکانے والے ہیئتی تجربے نہیں کیے۔ ان کی زیادہ تر نظمیں معرّیٰ کی ہیئت میں ہیں۔ مگر وہ بھی داخلی تکنیکی تنوع کے ذریعہ ہیئتی تجربے کا بدل پیش کرتی ہیں۔

ان کے ہاں فضا آفرینی پر خاص توجہ ملتی ہے اور موضوع کی مناسبت سے نظم کی فضا اور اس کا غیر رسمی آہنگ وابلاغ کے اہم وسیلے کا کردار ادا کرتا ہے۔ اختر الایمان خیال کے تسلسل پر قوافی کی موجودگی میں بھی قوافی کی قدغن عاید نہیں ہونے دیتے۔ کبھی کبھی مصرعوں کو درمیان سے منقسم کر کے آہنگ کو اپنی سوچ کی لے کا تابع بنا لیتے ہیں اور کبھی کبھی اس انداز کے برخلاف وہ مصرع کو دوسرے مصرعوں سے اس طرح پیوست کرتے ہیں کہ آہنگ کا تاثر دیر تک قائم رہے۔''

اس نسبتاً طویل اقتباس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ابوالکلام قاسمی نے اختر الایمان کی شعری کائنات کی مختلف جہتوں کا کس دقتِ نظر، توجہ اور ذہانت سے مطالعہ کیا ہے اور اس عظیم شاعر کے تخلیقی کارناموں کی اصل وقعت اور قدر و قیمت کا راز منکشف کرنے کی سعی مشکور کی ہے۔

ابوالکلام قاسمی کی تصنیف 'کثرتِ تعبیر' میں شامل اکثر مضامین سے ان کی غیر معمولی تنقیدی سوجھ بوجھ، انفرادیت اور سرمایۂ علم و دانش سے حیرت انگیز باخبری کا سراغ ملتا ہے جو زبان و بیان کی شگفتگی اور دلآویزی سے آمیز ہو کر قاری کے ذہن میں دیر تک بازگشت کرتے رہتے ہیں۔

بادشاہ است حسینؓ

وہ مشرقی پکار ہو یا مغربی صدا
مظلومیت کے ساز پہ دونوں ہیں ہم نوا
محور بنا ہے ایک جنوب و شمال کا
تفریق رنگ و نسل پہ غالب ہے کربلا
تسکین روح، سایہ آہ و بکا میں ہے
ہر صاحبِ شعور کا دل کربلا میں ہے
شاعر کسی خیال کا ہو یا کوئی ادیب
واعظ کسی دیار کا ہو یا کوئی خطیب
تاریخ تولتا ہے جہاں کوئی خوش نصیب
اس طرح بات کرتا ہے احساس کا نقیب
دیکھو تو سلسلہ ادب مشرقین کا
دنیا کی ہر زبان پہ ہے قبضہ حسینؓ کا

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال

Scanned with CamScanner

سمت سفر کا شعور

مولانا فیروز عالم ندوی

تبدیلی اور تغیر کوئی انوکھی اور نئی بات نہیں، ہم اس دارالحوادث میں رہتے ہیں جہاں ہر آن چھوٹی بڑی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، کبھی یہ ہمارے توقع کے مطابق اور کبھی خلاف۔ بحیثیت مسلمان ہماری یہ ذمہ داری ہونی چاہیے کہ ہم ان تبدیلیوں کو محسوس کریں اور سمجھیں۔ نئے امکانات جو وجود میں آگئے ہوں ان سے فائدہ اٹھائیں اور تازہ خطرات سے بچنے کی راہیں نکالیں۔ تغیرات اور تبدیلیوں کے تجزیے کے اس عمل کے دوران ہمیں اس بنیادی حقیقت کو نہیں بھولنا چاہیے کہ اس دنیا میں حقیقی اقتدار محض اللہ تعالی کا ہے۔ انسانوں کو جو کچھ اختیار اور اقتدار حاصل ہے وہ محدود بھی ہے اور ناپائیدار بھی۔ دوسری حقیقت جو امت کے سامنے رہنی چاہیے وہ یہ ہے کہ ہر قسم کے حالات میں دینِ حق پر عمل کرنا اور انسانوں کو حق کی طرف بلانا ہماری دائمی ذمہ داری ہے۔ یہ ذمہ داری کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی خواہ حالات سازگار رہوں یا ناسازگار۔

بحیثیت ہندوستانی مسلمان ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم پہلے ملکی حالات پر نظر ڈالیں۔

قومیت :

ہمارے ملک میں عام انتخابات 2014 کے ذریعے جو تبدیلی آئی ہے اس میں مندرجہ بالا عالمی عوامل نے بھی اپنا رول ادا کیا ہے۔ ان سارے عوامل کا اثر منفی ہے۔ جو افکار و نظریات دنیا پر غالب ہیں ان میں نیشنلزم ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ دنیا کے بیش تر ممالک اس تصور کے مطابق اپنی حکومتوں کو نیشن اسٹیٹ کہتے اور سمجھتے ہیں۔ نیشنلزم کے دو مضر پہلو بالکل عیاں ہیں۔ یہ تصور انسانوں کی عالمی برادری کے تصور کی نفی ہے اور وحدتِ آدم کے بجائے قوموں کے درمیان رقابت اور کش مکش اس کا فطری نتیجہ ہے۔ نیشنلزم کے تصور کی دوسری مضرت یہ ہے کہ اس کو بآسانی کلچرل نیشنلزم کا رنگ دیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ دنیا کے مختلف ممالک میں کلچرل نیشنلزم کا رجحان مقبول ہو رہا ہے۔ یہ رجحان محض حکومت کی سرگرمیوں کو متاثر نہیں کرتا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر پورے ملکی سماج کو جبراً ایک کلچر کے رنگ میں رنگنا چاہتا ہے، اور اس مقصد کے لیے نظامِ تعلیم، نظامِ قانون اور ذرائع ابلاغ کو بے دریغ استعمال کرتا ہے۔ ہندوستان کی تازہ تبدیلیوں نے اس اندیشے کو بڑھا دیا ہے۔

ترقی کا غیر واقعی پیمانہ :

ہندوستان کے انتخابات میں بڑے پیمانے پر ترقی کا نعرہ استعمال ہوا۔ دنیا کے تجربات بتاتے ہیں کہ ٹیکنالوجی، صنعتی اور معاشی ترقی کے باوجود دنیا کے بیش تر حصوں میں غربت کا ازالہ نہیں ہو پایا بلکہ اکثر اوقات غریبوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ سرمایہ دارانہ نظام کا مقبول عام معاشی تصور یہ تھا کہ کسی ملک کی پیداوار بڑھے گی تو خود بخود سب کو اس کے ثمرات سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کے احیاء نے دنیا کے عوام کی مشکلات میں اضافہ کر دیا ہے۔ ترقی کے نعروں کی گونج میں یہ تذکرہ عام انتخابات کے دوران سننے میں نہیں آیا کہ ترقی کے ثمرات کو عوام تک پہنچنا چاہیے۔ ترقی کے اس یک رخے تصور کے پروپیگنڈے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس طرح سابقہ حکومت کا طرزِ عمل، عالمی سرمایہ دارانہ نظام سے ہم آہنگ تھا، اسی طرح نئی حکومت کا بھی ہوگا۔

سماجی انصاف کا خاتمہ:

تقریباً نصف صدی قبل ہمارے ملک کی فضا میں سوشلزم کا چرچا عام تھا۔ اب یہ اصطلاح کہیں نہیں سنی جاتی۔ ذرائع ابلاغ کے اندر ہونے والی بحثوں اور سیاسی جلسوں میں معاشی عدل وانصاف کا موضوع شامل نہیں ہوتا۔ جس وقت سوشلزم کا نعرہ لگایا جاتا تھا، اس وقت بھی اس نعرے کے لگانے والے، سب کے سب مخلص نہ تھے لیکن کم از کم سرمایہ دارانہ نظریے کے مقابل ایک چیلنج موجود تھا۔ پچھلی نصف صدی میں یہ صورتحال بدل گئی ہے۔ اب سیاسی میدان میں مقابلہ آرائی کرنے والے قابل ذکر سارے فریق سرمایہ دارانہ نظام کے وفادار ہیں۔ پچھلے دور میں وزیر اعظم اندرا گاندھی نے ''غریبی ہٹاؤ'' کا نعرہ دیا تھا۔ غریبی ہٹ نہیں سکی لیکن گفتگو کا موضوع ضرور بنی لیکن اب نعرے بدل چکے ہیں۔ ''غریبی ہٹاؤ'' کے بجائے ''ترقی'' کی بات کی جارہی ہے لیکن اس ترقی سے غریب بھی فائدہ اٹھا سکیں گے، اس یقین دہانی کا فقدان ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نعرہ دینے والوں کی نیت صاف نہیں ہے، ان کی زبانوں پر تو ہوتا ہے ''سب کا ساتھ، سب کا وکاس'' لیکن حقیقت میں وکاس صرف ان کے پسندیدہ لوگوں کا ہی ہو پاتا ہے، غریبوں کی ترقی کبھی ان کا مطمح نظر نہیں ہوتی بلکہ صرف اپنے سرمایہ دار دوستوں کی دولتوں میں اضافہ پر اضافہ کرنا ان کا مقصد ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے سیاسی تبدیلی جو ملک میں واقع ہوئی ہے، وہ عالمی سرمایہ داری کے علمبرداروں کے عزائم اور تمناؤں سے ہم آہنگ ہے۔ چنانچہ ان کی جانب سے اس تبدیلی کا خیر مقدم غیر متوقع نہیں۔

کردار کشی :

پوری دنیا میں کچھ حلقوں نے لاعلمی اور غلط فہمی کے سبب اور کچھ نے ماضی وحال کے واقعات کی بنا پر بننے والے متعصبانہ ذہن کی بنا پر ایک عرصے سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔ پچھلی ربع صدی سے مسلمانوں پر لگائے جانے والے الزامات میں ایک نئے الزام ''دہشت گردی'' کا اضافہ ہوگیا ہے۔ ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ اسلام تو دہشت گردی نہیں سکھاتا البتہ مسلمان دہشت گردی کی سرگرمیوں میں ضرور ملوث ہیں۔ دوسرا گروہ جو نسبتاً اپنی رائے میں شدید تر ہے، یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ مسلمانوں کی دہشت گردی کا اصل سبب خود اسلام کی تعلیمات ہیں چنانچہ دنیا میں امن کے قیام کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسلام کے اثرات کو مٹایا جائے اور مسلمانوں کو دبا کر رکھا جائے۔ سوشل میڈیا میں یہ رائیں بڑی بے تکلفی کے ساتھ ظاہر کی جارہی ہیں اور بعض شرکاء مباحثہ اس سلسلے میں جو زبان استعمال کرتے ہیں وہ ناگوار حد تک غیر مہذب اور ناشائستہ ہوتی ہے۔

سمت سفر کیا ہو؟

ہندوستان کے مسلمان پریشان ہیں۔ یہ پریشانی فطری ہے البتہ حقیقت پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان ملک میں موجود اس صورتحال کا جائزہ لیں۔ حالات سے پریشان ہونے کے بجائے حالات کو بدلنے کا عزم لے کر اٹھنا چاہیے۔

(1) ہمارے ملک میں پائے جانے والے حالات کی مجموعی کیفیت کا ایک رخ افکار و نظریات ہیں۔ جہاں تک عام سماج کا تعلق ہے وہ مشرکانہ تصورات سے متاثر ہیں، نظامِ تعلیم پر بھی دیو مالائی اثرات پائے جاتے ہیں لیکن نظامِ قانون و سیاست میں مغربی افکار کا رنگ نمایاں ہے۔ ذرائع ابلاغ میں کیفیت ملی جلی ہے، مشرکانہ تصورات کے اثرات بھی محسوس ہوتے ہیں اور مغربی افکار کے بھی، ان کے درمیان فطری طور پر تصادم پایا جاتا ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ان کے لیے شرک بھی ناقابل قبول ہے اور مغربی مادیت بھی۔ حکمت، صبر اور استدلال کے ساتھ شرک اور مادی افکار کی تردید اور ان کے بالمقابل توحید اور وحدتِ بنی آدم کی جانب دعوت مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ حالات نے اس ذمہ داری کی ادائیگی کو اور زیادہ ضروری بنا دیا ہے۔ اسلام اور مسلم مخالف پروپیگنڈے کے باوجود حق کی دعوت کو عام کرنے کے راستے کھلے ہوئے ہیں۔ بلکہ بعض ذہنوں کو خود منفی پروپیگنڈے نے اسلام کی جانب متوجہ کیا ہے۔ دعوتِ حق کا کام سنجیدگی، منصوبہ بندی اور محنت کا طالب ہے۔ حالات کے اندر صحت مند تبدیلی لانے میں بنیادی رول دعوت کا ہے۔ اس سے غفلت برتی جائے تو کوئی اور کام اس کی تلافی نہیں کر سکتا۔

(2) موجود صورتحال کا ایک پہلو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پایا جانے والا تعصب ہے۔ غالباً ملک کا کوئی خطہ اور غیر مسلم آبادی کا کوئی عنصر ایسا نہیں ہے جس میں یہ تعصب، کم یا زیادہ، موجود نہ ہو۔ تعصب کے اسباب متعدد ہیں جن میں ناواقفیت، غلط فہمی، دین آبائی سے محبت، اپنی قوم کی سربلندی کا جذبہ، دین کا جاہلی تصور، غرور و تکبر اور وطن پرستی کے جذبات شامل ہیں۔ ان اسباب کا ازالہ کرنے کے لیے مسلسل رابطہ، مدلل اور بے لاگ گفتگو، حق گوئی و بے باکی، حق پر استقامت اور انسانوں کے حقوق کی ادائیگی کی ضرورت ہے۔ ان میں سے ہر نکتہ تفصیل طلب ہے اور اس کی وضاحت کے لیے اسلامی لٹریچر کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ البتہ یہ کہنا ضروری ہے کہ مثبت کوششوں سے تعصب میں کمی یقیناً لائی جاسکتی ہے۔ تعصب کا مقابلہ کرنے کا کام، دعوتِ حق سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ ربط و گفتگو کے ذریعے دونوں مقاصد حاصل ہوتے ہیں، تعصب دور ہوتا ہے یا اس میں کمی واقع ہوتی ہے اور دعوتِ حق بھی انسانوں تک پہنچتی ہے۔

(3) ہندوستان کی صورتحال کا ایک اہم پہلو یہاں کا سماجی نظام ہے جو عدم مساوات کی بنیاد پر قائم ہے۔ اس نظام کی جڑیں ذہنوں میں اتری ہوئی ہیں اور اسے دیو مالائی تصورات کی تائید حاصل ہے۔ اس غیر منصفانہ سماجی نظام کے اساسی تصورات کا مقابل توحید، وحدتِ بنی آدم اور تکریم انسانیت کے ان تصورات سے کیا جاسکتا ہے جو دینِ حق پیش کرتا ہے۔ مسلمانوں نے مقابل کا یہ کام انجام نہیں دیا ہے جو ان کی بڑی غفلت ہے۔ دوسری طرف جن لوگوں نے غیر منصفانہ سماجی نظام پر گرفت کی ہے وہ دین حق سے واقف نہیں تھے چنانچہ مسئلے کے ادراک کے باوجود وہ اس کا حل پیش نہیں کر سکے۔

ضرورت ہے کہ مسلمان محض اس میدان پر نظر نہ رکھیں جسے میدان سیاست کہا جاتا ہے بلکہ ہندوستانی سماج کے اہم مسائل پر بھی توجہ کریں۔ اہم سماجی مسئلہ انسانوں کے درمیان تفریق اور عدم مساوات ہے۔ ضرورت ہے کہ مسئلے کی تفہیم اور حل کی پیش کش کا کام مسلمان انجام دیں۔

(4) ہندوستان کی صورتحال کا ایک پہلو ''قانون کی حکمرانی'' کا تصور ہے۔

مسلمانوں کو اِس اصول پر اصرار کرنا چاہیے کہ ملک پر قانون کی حکمرانی ہو، جذبات اور رجحانات کی حکمرانی نہ ہو۔ ریاست کے تمام ادارے اپنے کو قانون کے حدود کا پابند اور اس کے نفاذ کا ذمہ دار سمجھیں اور حکمراں پارٹی کے رجحانات کا پابند نہ سمجھیں۔

(5) ہندوستان میں ہونے والی قانون سے متعلق بحثوں میں یہ بات اب تسلیم کی جانے لگی ہے کہ قانون کو منصفانہ ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں اسلام کا رجحان واضح ہے۔ اللہ تعالی نے اپنا قانون (جسے شریعت کہا جاتا ہے) نازل ہی اس لیے کیا ہے کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ قانون کے منصفانہ ہونے کے اصول کی پرزور تائید کریں۔

ملک کے سامنے یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ کوئی قانون محض اس لیے صحیح قرار نہیں پا سکتا کہ اسمبلی یا پارلیمنٹ کی اکثریت نے اس کی تائید کردی ہے بلکہ وہ اس وقت صحیح قرار پائے گا جب وہ حق وانصاف کے مطابق ہو۔ رہی یہ بات کہ ''کسی معاملے میں حق وانصاف کا تقاضا کیا ہے؟'' تو اس سلسلے میں مخلص اہلِ علم و فکر کو غور کر کے رائے قائم کرنی چاہیے اور پھر اس رائے کو ذرائع ابلاغ کے ذریعے ملک کے سامنے لانا چاہیے۔ مسلمانوں کے منصب کا تقاضا ہے کہ وہ اس بحث کی رہنمائی کریں اور اسے صحیح رخ دیں۔

نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اگر ہم ملک کی صورتحال میں صالح تبدیلی لانا چاہتے ہیں تو انتخابات کو غیر ضروری اہمیت دینے کے بجائے ہمیں افکار و خیالات، معاشرہ، سماجی اداروں اور ذرائع ابلاغ کو اہمیت دینی چاہیے۔ سنجیدگی، منصوبہ بندی اور محنت کے ساتھ ان محاذوں پر توجہ دی جائے تو حالات بدل سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

چائلڈ اسمگلنگ کا سامان نہیں معصوم بچپن

کیلاش ستیارتھی (نوبل انعام سے سرفراز)

سیما (بدلا ہوا نام) کو محض ۱۳/سال کی عمر میں اس کے گاؤں کے کچھ لوگوں نے چرا کر دلی کی ایک پلیس منٹ ایجنسی کو بیچ دیا تھا۔ پھر پلیس منٹ ایجنسی سے ایک فیملی نے اسے گھریلو نوکرانی کے طور پر صرف بیس ہزار روپے میں خرید لیا، لیکن وہاں سے مزدوری کے نام پر اس کو ایک روپیہ بھی نہیں ملا، اتنا ہی نہیں بلکہ اسمگلروں اور کام دینے والوں کے ذریعہ بار بار اس کا استحصال کیا جاتا رہا ہے اور متعدد بار اس کو آبروریزی کا شکار بنایا گیا۔ اپنی بیٹی کے لاپتہ ہونے سے مایوس سیما کے مزدور والد ہمارے پاس آئے، ہم نے سیما کو دلی کے ایک گھر سے برآمد کر لیا، لیکن ہمارے لیے یہ حیرانی کی بات تھی کہ غلامی اور استحصال سے آزاد ہونے کے بعد بھی وہ دکھی تھی اور ہمارے سامنے نہیں آرہی تھی، اپنے والد سے ملنے کے بجائے وہ روتے ہوئے دیوار کے پیچھے چھپ گئی، بہت کریدنے کے بعد اس نے روتے ہوئے بتایا کہ میں اپنے والد کو اپنا چہرہ نہیں دکھا سکتی، میں اب گندی ہو چکی ہوں۔ یہ سن کر میرا سر شرم سے جھک گیا۔

یہ صرف سیما کی کہانی نہیں ہے، یہ ہمارے سماج کے سب سے غریب، پسماندہ اور حاشیہ پر رہنے والے ہزاروں معصوم بچوں اور بچیوں کی کہانی ہے، دنیا کا کوئی بھی ملک جب تک اپنی بیٹیوں کی خرید و فروخت کو چپ چاپ سہتا جارہا ہے، تب تک وہ خود کو مہذب نہیں کہہ سکتا ہے، کسی بھی ملک کے اثاثے، طاقت یا ترقی کا کوئی مطلب نہیں ہے، اگر اس کے بچوں کو زمانہ جاہلیت کے غلاموں کی طرح جانوروں سے بھی کم قیمت میں خریدا اور بیچا جاتا ہے۔

چالیس سال پہلے جب ہم نے پنجاب کے سرہند میں ایک اینٹ بھٹے سے برسوں سے غلامی کی زندگی گزار رہے واصل خان اور ان کی معصوم بیٹی صابو کو بندھوا مزدوری اور غلامی سے آزاد کرا کر اپنی مہم شروع کی تھی، تبھی ہمیں سمجھ میں آگیا تھا کہ اطفال مزدوری اور انسانی اسمگلنگ ایک ہی سکہ کے دو پہلو ہیں۔ بچپن بچاؤ آندولن (B B A) سمیت تمام سول سوسائٹی جماعتوں اور حقوق انسانی کی تنظیموں نے انسانی اسمگلنگ کے اس خطرے کو جڑ سے ختم کرنے کے لیے ایک مضبوط قانون کے لیے دہائیوں سے تحریک چلا رکھی ہے۔ ۲۰۱۷ء میں سیما اور اس کے جیسے اطفال مزدوری اور غلامی سے آزاد ہزاروں بچوں اور نوجوانوں نے اس قانون کے مطالبہ کو لے کر ملک کے کونے کونے میں سرکاروں، عدالتوں، مذہبی رہنماؤں، کارپوریٹ گھرانوں، طلبہ اور سول سوسائٹی کے لوگوں کے ساتھ "بھارت یاترا" میں قدم سے قدم ملا کر مارچ کیا۔ اس ملک گیر سفر میں بارہ ہزار کیلو میٹر کی دوری طے کی گئی اور بارہ لاکھ سے زیادہ لوگوں نے حصہ لیا۔ سب کی زبان پر ایک ہی مطالبہ تھا کہ بھارت کے بچوں کی خرید و فروخت اور استحصال کو روکنے کے لیے ایک جامع انسانی اسمگلنگ مخالف قانون منظور ہونا چاہئے۔ 'بھارت یاترا' میں شامل بچہ مزدوری اور چائلڈ اسمگلنگ سے آزاد بہادر نونہالوں کے دل کو چھو لینے والے گیت اب بھی میرے کانوں میں گونجتے رہتے ہیں۔

بکنے کو تیار نہیں ہم، لٹنے کو تیار نہیں ہم

مرکزی حکومت نے انسانی اسمگلنگ (روک تھام، تحفظ اور باز آبادکاری) بل ۲۰۲۱ء پیش کیا ہے۔ اسے پارلیامنٹ سے منظور ہونا ہے، بل کا مقصد جرم کے معاشرتی اور معاشی وجوہات، اسمگلروں کو سزا، متاثرین کے تحفظ اور ان کی باز آبادکاری سمیت انسانی اسمگلنگ کے سبھی پہلوؤں سے نمٹنا ہے۔ یہ ایک جامع اور مضبوط بل ہے، کووڈ۔۱۹ کی وبا اور اس سے پیدا ہونے والے حالات نے اس قانون کی ضرورت اور اہمیت کو اور زیادہ بڑھا دیا ہے۔ لمبے عرصے تک اسکولوں کے بند رہنے اور معاشی مشکلات کی وجہ سے ملک کے لاکھوں غریب خاندانوں کے پاس گزر بسر کا کوئی ذریعہ نہ رہنے کا فائدہ اسمگلر اٹھا رہے ہیں۔ بچپن بچاؤ آندولن (BBA) کے اعداد و شمار چائلڈ ٹریفکنگ (Child Trafficking) میں اضافہ کا واضح اشارہ کر رہے ہیں۔ اس تنظیم نے پہلے لاک ڈاؤن سے لے کر اب تک سرکاری ایجنسیوں کی مدد سے نو ہزار سے بھی زائد بچوں کو انسانی اسمگلروں کے چنگل سے آزاد کرایا ہے۔ اس کے مقابلہ میں کورونائی وبا سے پہلے ۱۴/ار مہینے کی مساوی مدت کے دوران چار ہزار سات سو بچوں کو آزاد کرایا گیا تھا۔ یہ اعداد و شمار حالات کی سنگینی کا احساس کراتے ہیں۔ اس لیے اگر ہم کو کورونائی وبا کے اثرات سے باہر نکلنا ہے تو اس کے انسانی پہلوؤں پر بھی توجہ دینی ہوگی، اس لیے انسانی اسمگلنگ مخالف قانون کو فوری طور پر منظور کرانے کے ساتھ ہی ہمیں بچوں کے لیے مختص سالانہ بجٹ میں بھی خاطر خواہ اضافہ کرنا ہوگا۔

انسانی اسمگلنگ بذات خود ایک سنگین منظم جرم ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ کئی دوسرے جرائم بھی اس کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں، یہ ایک مساوی کالی کمائی والے اقتصادی نظام کو پیدا کرتا ہے، جو اطفال مزدوری، اطفال شادی، جسم فروشی، بندھوا مزدوری، جبری گداگری، نشیلی دواؤں سے متعلق جرائم، بدعنوانی، دہشت گردی اور دیگر غیر قانونی پیشوں کو بڑھاوا دیتا ہے۔ ہمارے آئین کے معماروں نے، چھوا چھوت کے علاوہ اسمگلنگ کے جرم کو بھی ہندوستانی آئین کے تحت قابل سزا جرم قرار دیا ہے۔ لہٰذا ایک مضبوط اسمگلنگ مخالف (Anti Trafficking) قانون ہمارے منتخب کردہ لیڈروں کی اخلاقی اور آئینی ذمہ داری ہے اور ملک کی تعمیر اور اس کی اقتصادی ترقی کی سمت میں ایک لازمی قدم ہے۔

دراصل بچوں کی غریبی، مزدوری، ناخواندگی اور تحفظ جیسے مسائل ہماری سیاسی اور سماجی ترجیحات میں شامل نہیں رہے ہیں، لیکن ہمارے بچے اب اور انتظار نہیں کر سکتے، اب وقت آگیا ہے کہ ایک پوری نسل کو بچانے کے لیے اس مسئلہ کو سیاست اور ترقی کے مرکز میں لایا جائے، اقتصادی ترقی اور سماجی انصاف میں توازن پیدا کیا جائے۔ ہندوستان اپنی آزادی کے پچھترویں سال میں داخل ہو رہا ہے، جسے حکومت ہند "امرت تسو" (آب حیات کا تہوار) کی شکل میں منا رہی ہے، اس موقع پر مادر وطن کے لیے اس کے بچوں کی آزادی سے بڑا تحفہ بھلا اور کیا ہو سکتا ہے؟ ہمارے قانون کے معمار چائلڈ اسمگلنگ کے خلاف ایک مضبوط قانون بنا کر ہمارے بچوں کو آزادی، تحفظ اور عفت کا امرت (آب حیات) دے سکتے ہیں۔

(ترجمہ: سید محمد عادل فریدی)

امارت شرعیہ؛ ملک میں سرمایۂ ملت کا نگہباں

مولانا خالد انورپورنوی المظاهری

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جس میں پیدا ہونے سے لے کر قبر میں جانے تک کے اصول و آداب سکھلائے گئے ہیں، ایک دوسرے سے کٹ کر، من مانی، شتر بے مہار کی طرح آزاد رہ کر زندگی گذارنے کا نام اسلام نہیں ہے، بلکہ ایک ساتھ مل جل کر رہنے، اتحاد و اتفاق کے ساتھ، اجتماعیت کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنے کا حکم اسلام دیتا ہے، آج سے سو سال قبل امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ، جھارکھنڈ کا قیام اسی لئے عمل میں آیا تھا۔

امارت شرعیہ یہ ایک دینی، ملی، تعلیمی، سماجی، اور فلاحی ادارہ ہے، جو نظم و اتحاد کے ساتھ زندگی گذارنے، اور کسی مذہبی سردار کی سرپرستی میں جماعتی زندگی کی دعوت دیتا ہے، ۱۹۲۱ء میں حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے اس کی داغ بیل ڈالی تھی، پتھر کی مسجد پٹنہ میں منعقد اس اجلاس عام کی صدارت امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کر رہے تھے، مولانا محمد علی مونگیریؒ، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مفتی کفایت اللہؒ جیسے چوٹی کے سو سے زائد متبحر اور ممتاز علماء موجود تھے، شرکاء کی تعداد چار ہزار کے قریب تھی، اتفاق رائے سے امارت شرعیہ کا قیام عمل میں آیا، اور سب سے پہلے امیر شریعت حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین قادریؒ سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ منتخب کئے گئے۔ حضرت مولانا ابوالمحاسن سجادؒ امارت شرعیہ کی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: آئین اسلام کی رو سے یہ ظاہر ہے کہ امارت شرعیہ کا وجود نہ کوئی مخفی سیاسی جزو ہے، اور نہ وقتی مسئلہ ہے، بلکہ یہ خالص مذہبی اصول اور شرعی حکم کے ماتحت مسلمانوں کی حیات و زندگی کے لئے لازمی جزو ہے، اور تمام اہل علم اور اکثر ارباب حل وعقد نے مناسب غور و خوض کے بعد اس چیز کی بنیاد ڈالی، اور ہندوستان کے ہر صوبہ کے لئے بہترین نمونہ پیش کیا۔

جماعتی زندگی کا جو تصور مذہب اسلام میں ہے، کہ تین آدمی سفر میں جا رہے ہوں تو انہیں چاہئے کہ ایک کو اپنا سردار بنالیں، امارت شرعیہ گذشتہ سو سالوں سے مضبوطی سے اس پر پابند عمل ہے، سب سے پہلے امیر شریعت حضرت مولانا شاہ بدرالدین صاحب قادریؒ تھے، دوسرے حضرت مولانا شاہ محی الدین قادریؒ، تیسرے مولانا شاہ قمرالدینؒ، ان تینوں کا تعلق خانقاہ مجیبیہ سے تھا، اور وہاں کے سجادہ نشیں تھے، چوتھے امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی صاحبؒ (سجادہ نشیں کا خانقاہ رحمانی مونگیر)، پانچویں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ، چھٹے حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ، ساتویں حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحبؒ منتخب ہوئے، ان بزرگوں نے اپنے دور امارت میں امارت شرعیہ کو وہ مقام عطا کہ رہتی دنیا انہیں یاد کرے گی، اسی طرح اب تک سات نائبین امیر شریعت کی سرپرستی بھی امارت شرعیہ کو حاصل رہی، سب سے اول حضرت مولانا ابوالمحاسن سجادؒ تھے، جو امارت شرعیہ کے بانی و محرک بھی تھے، دوسرے حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ صاحب جنہیں امیر شریعت ثانی سے اپنا نائب منتخب کیا تھا، تیسرے حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ جنہیں امیر شریعت رابع مولانا منت اللہ رحمانی نے حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ کی وفات کے بعد اپنا نائب نامزد کیا تھا، اور آپ ہی امیر شریعت رابع کے انتقال کے بعد امیر شریعت خامس منتخب ہوئے، چوتھے حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب، جنہیں امیر شریعت خامس مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے اپنا نائب منتخب کیا تھا، امیر شریعت خامس کے انتقال کے بعد آپ امیر شریعت سادس منتخب ہوئے، پانچویں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ، آپ کو امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب نے اپنا نائب بنایا تھا تا آنکہ ۴/اپریل ۲۰۰۲ء کو قاضی صاحب نے داعی اجل کو لبیک کہا، تو مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب کو حضرت قاضی صاحب کے انتقال کے بعد ۳/اپریل ۲۰۰۵ء میں امیر شریعت سادس مولانا سید نظام الدین نے اپنا نائب بنایا تھا، امیر شریعت سادس کے انتقال کے بعد آپ ہی ساتویں امیر شریعت منتخب ہوئے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب نے مورخہ ۲۱/مارچ ۲۰۲۱ء کو ایک اہم فیصلہ لیتے ہوئے فاضل نوجواں، جناب مولانا محمد شمشاد صاحب رحمانی قاسمی کو اپنا نائب متعین کیا، مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا اور اپنی نیابت کی ذمہ داری دینے کے محض ایک ہفتہ کے بعد حضرت امیر شریعت کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی، اور ۳/اپریل ۲۰۲۱ء کو اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ساتویں امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانیؒ اسم با مسمی تھے، دینی، دنیاوی، سیاسی، سماجی، بلکہ ہر اعتبار سے وہ ولی کامل تھے، قیادت انہیں ورثہ میں ملی تھی، مگر اپنی قوت فیصلہ، اصابت رائے کے ساتھ، محنت و جدوجہد، سعی پیہم اور عمل محکم کے ذریعہ امارت شرعیہ کے لئے جو قائدانہ کردار ادا کیا تاریخ انہیں ہمیشہ یاد رکھے گی، آپ کے دور امارت میں، امارت شرعیہ کے کاموں میں مزید وسعت ہوئی، متعدد اقدامات کے ذریعہ امارت شرعیہ کو استحکام بخشا، ہر ضلع میں صدر، سکریٹری، اور فعال کمیٹی کی تشکیل کی، بڑی تعداد میں مبلغین کی بحالی عمل میں آئی، دارالقضاء کے کاموں کو وسعت بخشی، کئی مقامات میں دارالقضاء کا قیام عمل میں لایا، دینی تعلیم کے ساتھ، عصری تعلیمی اداروں کے قیام، اردو کی بقاء و تحفظ اور ترویج و اشاعت کے لئے بہار و جھارکھنڈ میں تحریک چلائی، جس کے مفید اثرات دیکھے گئے، اسی کے ساتھ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ نوجوانوں کو آگے بڑھاتے تھے، اور ان کی صلاحیت کے اعتبار سے ان سے کام لیتے تھے، اپنے انتقال سے بارہ دن قبل، اپنے دو فیصلوں کے ذریعہ مزید اس میں انہوں نے چار چاند لگایا، ایک تو صلاحیت و صالحیت سے بھرپور، دینی، ملی، سیاسی، سماجی تمام میدانوں میں دور رس نگاہ رکھنے والے آپ ہی کے تربیت یافتہ، درجنوں کتابوں کے مصنف، شعلہ و شیریں بیاں خطیب، ذکر و اذکار کا پابند، فاضل نوجواں، مشہور عالم دین، حضرت محمد مولانا شمشاد رحمانی قاسمی صاحب کو اپنا نائب امیر شریعت منتخب فرمایا، اور دوسرے فاضل نوجواں، ذی علم، مسئلہ قضا پر گہری نظر رکھنے والے جناب مولانا محمد انظار عالم صاحب قاسمی کو قاضی شریعت نامزد فرمایا۔ اسی طرح تمام نائبین امراء شریعت نے بھی امارت شرعیہ کو عروج بخشنے کے لئے جو کردار پیش کیا ہے، وہ تاریخ کے صفحات میں درج ہے، ان تمام کی خدمات اور تعارف کے لئے ہزاروں صفحات پر مشتمل کتاب بھی ناکافی ہے۔

Scanned with CamScanner

وقت کی قدر و اہمیت

مختار احمد جمال

رب قدوس کی عطا کردہ "زندگی" میں، ساعتیں، لمحے، گھڑیاں، دن، ماہ وسال اور صدیاں "وقت" کے تابع ہیں کہ جوں جوں "وقت" گزرتا ہے..... تو گزرنے کے اس عمل سے دن، ہفتے، ماہ وسال اور صدیاں جنم لیتی ہیں، ماہ وسال اور صدیاں تو ختم ہو جاتی ہیں، مگر وقت گزرتا ہی چلا جاتا ہے، کیوں کہ وقت کبھی ختم نہ ہونے والے ایسے سفر کا نام ہے، جس کی کوئی منزل نہیں۔

مگر ہاں! انسان اگر چاہے تو اپنے نیک مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی منزل کا تعین کرسکتا ہے، یہ ٹھیک ہے کہ انسان بے اختیار ہے، مگر اتنا بھی نہیں کہ وہ اپنے وقت کو اپنی مرضی سے معروف میں نہ لاسکے، لیکن یہ اسی وقت ممکن ہوتا ہے کہ جب انسان وقت کی قدر واہمیت سے شناسائی رکھتا ہو۔

بس ذرا..... دل کے کسی ایک گوشے میں وقت کی قدر جاننے کے لئے تھوڑی سی تڑپ ہونی چاہئے۔

دنیا میں سب سے بڑی حقیقت اور سچائی یہی ہے کہ خالق کائنات اللہ سے بڑھ کر کوئی ذات نہیں اور لباس بشریت میں ملبوس ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی رہبر نہیں۔

اب بھلا ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کسی کمتر چیز کی قسم، بار ہا کھائے۔ پروردگار عالم نے کئی مقامات پر مختلف اوقات کی قسم کھائی ہے۔

سورۃ الفجر میں وقتِ فجر اور عشرِ ذوالحجہ کی قسم کھائی ہے "فجر کے وقت کی قسم (جس سے ظلمت شب چھٹ گئی) اور دس (مبارک) راتوں کی قسم"۔

پھر ایک مقام پر رب تعالیٰ نے رات اور دن کی قسم بھی کھائی "رات کی قسم جب وہ چھا جائے (اور ہر چیز کو اپنی تاریکی میں چھپالے) اور دن کی قسم جب وہ چمک اٹھے"۔

اسی طرح سورۃ الضحیٰ میں رب کائنات نے وقت چاشت کی قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "قسم ہے وقت چاشت کی (جب آفتاب بلند ہو کر اپنا نور پھیلاتا ہے) اور قسم ہے رات کے وقت کی جب وہ چھا جائے"۔

پھر ایک جگہ خدائے واحد نے سورۃ العصر میں زمانہ کی قسم کھائی ہے، یہاں ایک بات کی وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ اکثر ہمارے احباب نادانی اور کم علمی کی وجہ سے زمانہ کو بُرا کہتے ہیں یہ سخت گناہ ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "زمانہ" میں خود ہوں۔ سورۃ العصر میں ارشاد ہوتا ہے کہ "زمانہ کی قسم (جس کی گردش انسانی حالات پر شاہد ہے)۔ بے شک انسان خسارے میں ہے (کیونکہ وہ اپنی عمر عزیز گنوا رہا ہے)۔" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "صحت اور فراغت اللہ کی طرف سے یہ دو ایسی نعمتیں ہیں کہ جس کے بارے میں لوگ اکثر خسارے میں رہتے ہیں۔" رب غفور...... انسان کو جسمانی صحت اور فراغت اوقات کی انمول نعمتوں سے نوازتا ہے تو ان میں سے اکثر نادان انسان یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ یہ نعمتیں ہمیشہ ساتھ رہیں گی اور انہیں کبھی زوال نہ ہوگا، حقیقت یہ ہے یہ صرف شیطانی چال اور وسوسہ ہوتا ہے، جس بنا پر انسان ادھر ادھر کے فضول اور بے سود کاموں میں اپنے آپ کو معروف کر بیٹھتا ہے۔ جس کا نہ کوئی دنیا میں فائدہ اور نہ آخرت کا سامان۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مقدس ہے کہ "قیامت کے دن بندہ اُس وقت تک (بارگاہ الٰہی میں) کھڑا رہے گا کہ جب تک اس سے چار چیزوں کے متعلق پوچھ نہ لیا جائے گا، اولاً زندگی کیسے گذاری، ثانیاً، جو علم حاصل کیا اس پر کتنا عمل کیا، ثالثاً، مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اربعاً، جسم کس کام میں کھپائے رکھا"۔

اسی طرح کا ایک اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم...... جس کے راوی حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ہیں۔ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ "پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو (۱) بڑھاپے سے پہلے جوانی کو (۲) بیاری سے پہلے صحت کو (۳) محتاجی سے پہلے تونگری کو (۴) مصروفیت سے پہلے فراغت کو (۵) اور موت سے پہلے زندگی کو"۔

اگر ہم اپنی اپنی زندگی گزرنے والے شب و روز، درج بالا سطور کے تناظر میں دیکھیں تو کیا ہم خود کو مطمئن پائیں گے؟ یقیناً نہیں! ہم تو اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اور لمحات کھانے پینے، گھومنے پھرنے، سیر و سیاحت کرنے، ہوٹنگ کا مزہ چکھنے، فضول گپ شپ کرنے اور ایک دوسرے پر الزام تراشی اور اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے دل کھانے میں صرف کردیتے ہیں۔ یوں گزرنے والے دن، رات اور ماہ وسال ماضی کا ایک حصہ بن جاتے ہیں، جیسا کہ تلخ و شیریں یادوں سے بھرا یہ ۲۰۲۰ء کا سال حصہ بن گیا۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

یہ حقیقت ہے کہ گزرا وقت واپس نہیں آتا، مگر آنے والا ہر لمحہ اور ہر صبح کو طلوع ہونے والے سورج کی کرنوں سے پھوٹنے والی روشنی امید کا پیغام ضرور دیتی ہے، ہمیں وقت کی قدر کرتے ہوئے امیدوں کے اس شجر سے وابستہ رہ کر نئی امنگوں اور جذبوں کے ستاروں کو اپنے آنگن میں دشمنوں کے ناپاک عزائم کو، اتفاق واتحاد، خلوص و پیار، ایثار، ملی یک جہتی، جذبۂ حب الوطنی اور صبر و رضا کے انمول ہتھیاروں سے ناکام بنا سکتے ہیں۔

منزل دور نہیں، قریب ہے، بہت ہی قریب، کہ رب رحمٰن ہے۔

اللہ کریم ہم سب کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے عمل کی توفیق و ہمت عطا فرمائے آمین

کچھ ایسے کام کرو، جو تم کو زندہ رکھیں

مسلم لڑکیوں کا غیر مسلم لڑکوں سے شادی کرنا ایمانی غیرت کے خلاف: نائب امیر شریعت

پھلواری شریف: (پریس ریلیز) اس وقت ملک کے بعض علاقوں سے یہ دلدوز اور روح فرسا خبریں آرہی ہیں کہ معمولی مفاد کی خاطر مسلم لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں کی ہوس رانی کا شکار بن رہی ہیں اور مذہب تبدیل کر کے شادیاں بھی کرتی ہیں، یہ صورت حال مسلم معاشرہ کی بربادی کے لئے زبردست خطرہ کی گھنٹی ہے، ان حالات میں اگر ملک کے باشعور مسلم طبقہ نے سنجیدگی سے اس کے تدارک پر غور نہ کیا تو مسلمانوں کے خاندانی نظام کے تانے بانے بکھر جائیں گے، ان کی عظمت و شرافت اور انسانیت کی جڑیں کھوکھلی ہو جائیں گی، ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کے نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی مدظلہ نے اخباری نمائندوں سے بات چیت میں کیا، انہوں نے فرمایا کہ ملک کی انتہا پسند اور ہندو احیاء پرست تنظیمیں مسلمانوں کی کثیر آبادی والے علاقوں کو نشانہ بناتی ہیں، مسلمانوں کے مہذب خاندانوں کی تعلیم یافتہ لڑکیوں کو جال میں پھنساتی ہیں اور غریب گھرانے کی بچیوں کو لالچ دے کر غیر مسلم لڑکوں سے شادیاں کراتی ہیں، پھر ان کی عفت و عصمت کو تار تار کرواتی ہیں، اس قسم کے روح فرسا واقعات ملک کے مختلف خطوں میں پیش آچکے ہیں، جہاں لڑکیاں مذہب تبدیل کر کے غیر مسلم لڑکوں سے شادیاں رچالیتی ہیں، حضرت نائب امیر شریعت نے فرمایا کہ بھلا بتلائیے کہ اسلام نے عورتوں کے سروں پر عزت و احترام کا تاج رکھا ہے، اس نے ماں کے قدموں تلے جنت، اچھی اور نیک بیوی کو آدھا ایمان اور بیٹی کی پیدائش کو رحمت قرار دیا۔

لیکن افسوس ہے آج اسی مذہب کے شیدائی بے حیائی و بے راہ روی پر گامزن ہیں، جس کا غلط فائدہ اٹھا کر عہد جدید کی تہذیب نے استحصال کرنا شروع کردیا اور ستم ظریفی کہئے کہ مسلم معاشرہ بھی اس کا شکار ہوتا جارہا ہے، آج کل تعلیم نسواں کے نام پر ایسی تعلیم دی جاتی ہے کہ ان میں مادیت پرستی کے سوا کوئی فکری اور روحانی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی ہے، جس کے نتیجہ میں معاشرہ آزاد جنسی، آوارگی اور بے راہ روی میں مبتلا ہوتا جارہا ہے، اس وقت حالات انتہائی نازک و ناگفتہ بہ ہیں اور یہ ہماری ایمانی غیرت کے بھی خلاف ہے، اس لئے ہمارے علماء و فضلاء مدارس اور ائمہ مساجد کی دینی و اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اس پہلو پر فوری توجہ دیں اور مسجد کے منبر و محراب سے اس بے راہ روی کے خلاف خطاب کریں، خواتین کے اصلاحی اجتماعات منعقد کریں اس میں اسلام نے عورتوں کو عزت و احترام کا جو مقام عطا کیا ہے اس سے انہیں روشناس کرائیں، غیر مخلوط نظام تعلیم کے قیام پر توجہ دلائیں، ٹیلی ویژن اور موبائل کا کثرت سے استعمال کرنے پر تنبیہ کریں، انٹرنیٹ اور یوٹیوب پر فحاشی کے جو مناظر دکھلائے جاتے ہیں ان کے دیکھنے سے منع کریں، ساتھ ہی مسلم گھرانوں میں بھی والدین لڑکیوں کے سامنے خواتین اسلام کے کردار و عمل کے اسباق سنائیں، ان کے اندر وہی ذوق عمل پیدا کیا جائے جو ماضی میں ہماری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کا طرز عمل رہا ہے، جب تک گھر میں لڑکیوں کی صحیح اسلامی، دینی و اخلاقی تربیت اور ذہن سازی نہیں ہوگی، خارجی ماحول و فضاء میں خوشگواری نہیں آئے گی، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس فتنہ و بگاڑ سے محفوظ رکھے اور سنت و شریعت کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق بخشے آمین

بقیات

صفحہ اول کا بقیہ

اس وقت خاموش تماشائی بننا جرم ہے، اس لئے تمام دینی، ملی، تنظیموں، مدارس و مکاتب کے اساتذہ اور ائمہ کی یہ دوہری ذمہ داری ہے کہ تحفظ نسواں کے عنوان پر تحریک چلائیں، ایمان کی حفاظت، جیسے عناوین کے ذریعہ چھوٹے چھوٹے پروگرامس منعقد کریں، گاؤں گاؤں، شہر شہر، شدھی تحریک اور گھر واپسی تحریک کے خلاف ایک مہم چھیڑیں، باپردہ اپنے سماج کی بیٹیوں، بہنوں کے دلوں میں ایمان کی محبت اور اس کی چاشنی کو جگائیں، انہیں ان کے مقاصد کی طرف توجہ دلائیں، صحابہ کرام اور صحابیات کے ان واقعات کو بتائیں جن سے ایمان کی لذت میں اضافہ ہوتا ہو، کہ انہوں نے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے باوجود مذہب اسلام کو چھوڑنا گوارہ نہیں کیا، اللہ کا خوف، جہنم کے عذاب کا ڈر، اور جنت میں جانے کا شوق ان کے دلوں میں پیدا کریں، باپردہ لڑکیوں کے لئے خالص دینی اور عصری تعلیم گاہوں کا بہتر انتظام کریں، نکاح کو آسان بنائیں، جہیز، تلک، بارات کی رسومات و دیگر خرافات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوششوں میں لگ جائیں یعنی خاندانی نظام کے استحکام اور صالح اسلامی معاشرہ کی تعمیر و تشکیل کے لئے درج ذیل احتیاطی تدابیر پر عمل کیا جائے:

(۱) اسلامی نظام کے مطابق مسلمان بچیوں میں حیاداری، عفت و عصمت کی حفاظت کا جذبہ، اور عقیدۂ توحید و رسالت کی عظمت پیدا کی جائے۔ روزانہ ہمارے گھروں میں آدھے گھنٹے ہی سہی کسی اچھی مستند اور ذہن و دل کو متاثر کردینے والی کتاب کی تعلیم کی جائے۔

(۲) مخلوط نظام تعلیم سے اپنی بچیوں کو بچایا جائے اور محفوظ ماحول میں معیاری تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

(۳) جو لڑکیاں اسکولوں اور کالجوں میں پڑھ رہی ہیں، ان کی عادات، اطوار، اخلاق پر پوری نظر رکھی جائے، کردار سازی میں معاون بننے والا لٹریچر انہیں مطالعے کے لیے دیا جائے۔

(۴) اینڈرائڈ موبائل اور بائک خرید کر نہ دی جائے، یہ دونوں چیزیں بے حیائی کے دروازے کھولنے والی اور عفت و عصمت کی تباہی کے دہانے تک پہونچانے والی ہیں۔

(۵) موبائل ریچارج یا زیراکس کے لیے کسی دوکان پر جانے کی اجازت نہ دی جائے، اسی طرح کالج کے اندر یا اس سے قریب کے کینٹین سے بچنے کی ہدایت دی جائے۔

(۶) بسا اوقات غیر مسلم لڑکیوں کی دوستی بھی کسی فتنہ کا دروازہ بن سکتی ہے، اس سے دور رکھا جائے۔

(۷) اگر بچیاں کسی تعلیمی ضرورت سے انٹرنیٹ استعمال کررہی ہیں تو ان کی بھرپور نگرانی کی جائے، اس لیے کہ بھٹکنے اور بہکنے کے اکثر دروازے انٹرنیٹ کے ذریعہ کھلتے ہیں۔

(۸) سب سے آخر لیکن سب سے اہم یہ کہ اپنی بچیوں کو داعیہ بنائیں، کیونکہ "اگر داعی نہیں بنو گے تو مدعو بن جاؤ گے" اس لئے جو بچیاں داعیہ ہوں گی وہ ان شاء اللہ ان تمام خطرات سے محفوظ رہیں گی۔

بچیوں کی صحیح اسلامی تربیت کے اور بھی جو بہتر طریقے ہو سکتے ہیں انہیں اختیار کیا جائے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح ایمانی عقیدے کے ساتھ زندگی گذارنے کی توفیق بخشے۔

Scanned with CamScanner

طب وصحت

پاؤں سوجنے کے مسائل

پیر ہمارے جسم کا سب سے محنت کرنے والے عضو ہے جو کہ روزانہ صبح اٹھنے کے بعد سونے تک پورا دن جسمانی وزن کو برداشت کر کے ہمیں چلنے، بھاگنے، چھلانگ لگانے، کھڑے ہونے وغیرہ میں مدد دیتے ہیں۔ 26 ہڈیاں اور سو سے زائد مسلز اور دیگر کے ساتھ پیر اور ایڑیاں ایک ٹیم کے طور پر کام کرتے ہیں، ہمیں ہر طرح کی سرگرمیوں کا حصہ بننے میں مدد دیتے ہیں۔ تاہم اگر بغیر کسی وجہ کے پیر پھول جائیں تو اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ ویسے تو بہت زیادہ کھڑے رہنے سے بھی ایسا ہوسکتا ہے مگر کئی بار یہ سنگین امراض کی جانب اشارہ کرنے والی علامت بھی ثابت ہوتی ہے۔

گردے فیل ہونے کا انتباہ

گردے جسم کے اندر موجود سیال کو توازن میں رکھنے اور انہیں ضرورت ختم ہونے پر جسمانی نظام سے باہر نکالنے کی ذمہ داری نبھاتے ہیں، مگر جب ایک یا دونوں گردے مناسب طریقے سے کام نہ کر رہے ہوں تو اس کی ایک علامت پیر سوجنے کی شکل میں سامنے آتی ہے۔ طبی ماہرین کے مطابق ایسے حالات میں اکثر گھر جا کر کچھ آرام کریں اور زیادہ پانی پی لینا مددگار ثابت ہوسکتا ہے، مگر جب گردے اضافی پانی یا سیال کو خارج کرنے میں مشکل کا سامنا کر رہے ہوں تو پیروں کی سوجن زیادہ سے زیادہ بڑھتی چلی جاتی ہے، جبکہ ہاتھ اور پیر بھی سوج سکتے ہیں۔ ایسے حالات میں طبی ماہرین ہی اس کی تشخیص کر کے اس کا علاج تجویز کر سکتے ہیں۔

جگر کے امراض

جسم کے مختلف حصے سوجنا خاص طور پر پیروں کا سوجنا جگر کے امراض میں عام ہوتا ہے۔ اگر آپ کے پیر اکثر سوج جاتے ہیں تو روزانہ 20 منٹ تک چہل قدمی سے خون کی روانی کو ٹانگوں میں بہتر بنایا جاسکتا ہے، تاہم حالات میں بہتری نہ آنے پر ڈاکٹر سے رجوع کیا جانا چاہئے۔

خون کی گردش میں رکاوٹ

کسی ایک پیر یا ہاتھ کا سوجنا خون کے جمنے یا گاڑھا ہونے کی واضح ترین علامات میں سے ایک ہے، درحقیقت خون کے جمنے کے نتیجے میں ٹانگوں تک خون کا پہنچنا بلاک ہوجاتا ہے اور وہ خون اس جگہ جمع ہونے لگتا ہے، جس کے نتیجے میں سوجن ہونے لگتی ہے، اگر کبھی آپ کا ہاتھ یا ٹانگ سوج جائے اور ساتھ میں درد بھی ہو تو فوری طور پر ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہئے۔

جوڑوں کے امراض

اس مرض کی پہلی علامت عام طور پر پیروں کے انگوٹھوں کا سوجنا ہوتا ہے جو کہ یورک ایسڈ کے جمع ہونے کا نتیجہ ہوتا ہے، طبی ماہرین کے مطابق ایسا ہونے پر اتنا شدید درد ہوتا ہے جیسے ہڈی ٹوٹ گئی ہو، عام طور پر یہ نصف شب کو ہوتا ہے اور اتنا شدید ہوتا ہے کہ چلنے کی ہمت بھی نہیں ہوتی، وہ انگوٹھا گرم، سرخ اور سوج جاتا ہے، تاہم چند ہفتوں کے بعد یہ درد ختم ہوجاتا ہے اور اگلے کئی ماہ یا برسوں تک نہیں ہوتا۔

دل خون پمپ کرنے میں ناکام

ہوسکتا ہے کہ آپ نے کبھی خیال نہ کیا ہو مگر اکثر پیروں کی سوجن ہارٹ فیلیئر کی ایک علامت بھی ہوسکتی ہے۔ ہارٹ فیلیئر کا مطلب یہ نہیں کہ دل کام کرنا چھوڑ دیتا ہے، بس وہ مناسب مقدار میں خون پمپ کرنے میں ناکام ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں خون واپس رگوں میں پلٹتا ہے اور وہاں سیال جمنے لگتا ہے۔ عام طور پر ایسے مرض میں سیدھے پیر کا سوجنا دل کے دائیں حصے میں خرابی کی جانب اشارہ کرتا ہے۔

جلدی انفیکشن

عام طور پر پیروں کا سوجنا کسی جلدی انفیکشن کا نتیجہ بھی ہوتا ہے، ایسا ہونے پر پیر سرخ، گرم اور جلد میں جلن سی محسوس ہوتی ہے۔ ذیابیطس اور شریانوں کے امراض میں مبتلا افراد میں انفیکشن کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے اور کسی بھی قسم کا انفیکشن جسم میں دوران خون کو کم کر کے پیروں کو سوجا دیتی ہے۔

زیادہ جسمانی وزن

موٹاپے کے عوارض میں پیروں کی سوجن کو بھی شامل کرلیں جو کہ اکثر موٹے افراد کو اپنا نشانہ بناتی ہے۔ طبی ماہرین کے مطابق اکثر افراد میں پیروں کی سوجن کے مسئلے کی عمومی وجہ ان کا زیادہ وزنی ہونا ہوتا ہے، توند میں جمع ہونے والی چربی اس سوجن کے پیچھے چھپی ہوتی ہے۔

زیادہ نمک کھانا

غذائی عادات میں نمک بہت زیادہ کھانا جسم میں پانی کی اجتماع کا باعث بنتا ہے جو کہ پیروں کی سوجن کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ طبی ماہرین کے مطابق دن بھر میں ایک چائے کے چمچ نمک سے زیادہ کھانا نہیں چاہئے۔

بہت زیادہ دیر کھڑے رہنا یا بیٹھنا

جو لوگ دن بھر میں بہت زیادہ کھڑے رہتے ہیں اور حرکت نہیں کرتے، ان کی ٹانگوں، ٹخنوں اور پیروں کے مسلز کو زیادہ موقع نہیں ملتا، جس سے ان اعضاء میں دوران خون سست ہوجاتا ہے۔ ایسا ہی بالکل ایسے افراد کے ساتھ بھی ہوتا ہے جو بہت زیادہ دیر تک بیٹھنے کے عادی ہوتے ہیں۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

ملک گیر این آر سی پر ابھی کوئی فیصلہ نہیں، مرکز نے لوک سبھا کو آگاہ کیا

مرکزی وزیر نتیا انند رائے نے لوک سبھا کو بتایا کہ مرکزی حکومت نے ملک بھر میں شہریوں کے قومی رجسٹر) این آر سی(کو لاگو کرنے کے بارے میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں لیا ہے۔ واضح رہے کہ 31 اگست 2019 کو شائع ہونے والی آسام این آر سی کی حتمی فہرست سے 19 لاکھ سے زائد لوگ باہر رہ گئے تھے۔ مرکز نے لوک سبھا کو یہ بھی بتایا کہ مردم شماری 2021 کے حصے کے طور پر ذات کے بارے میں اعداد وشمار جاری کرنے کی کوئی تجویز نہیں ہے۔

آبادی کے کنٹرول کے لئے کسی قانون کی ضرورت نہیں: وزیر اعلیٰ بہار

وزیر اعلیٰ بہار نتیش کمار نے کہا کہ آبادی کنٹرول کرنے کے لیے کسی قانون کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خواتین کی تعلیم اسے روکنے کا سب سے مؤثر طریقہ ہے۔ بی جے پی لیڈر اور نائب وزیر اعلیٰ تار کشور پرساد اور وزیر صحت منگل پانڈے کی موجودگی میں صحافیوں سے بات کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے کہا کہ آبادی کنٹرول کرنے کے لیے کسی قانون کی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ قانون کے بجائے خواتین کی تعلیم اسے مؤثر طریقے سے روکنے کا سب سے طاقتور طریقہ ہے۔ بہار میں خواتین کو تعلیم دے کر آبادی میں اضافے کو روکنے میں کامیاب ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے کہا کہ ان کی حکومت اس سمت میں آگے بڑھ رہی ہے اور اس پر سنجیدگی سے کام بھی کر رہی ہے۔

۲۰/اگست روز جمعہ یوم عاشورہ

حضرت مولانا محمد انظار عالم قاسمی صاحب قاضی شریعت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے اعلان کیا ہے کہ مورخہ ۲۹/ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ مطابق ۹/اگست ۲۰۲۱ء روز سوموار کو مرکزی دفتر امارت شرعیہ اور اس کی تمام شاخوں میں چاند دیکھنے کا اہتمام کیا گیا، ملک کے دوسرے حصوں سے مستقل رابطہ کیا گیا، لیکن کہیں سے کوئی مصدقہ خبر موصول نہ ہونے کی وجہ سے فیصلہ کیا گیا کہ مورخہ ۱۰/اگست ۲۰۲۱ء کو ذی الحجہ کی ۳۰/تاریخ ہے، اس اعتبار سے مورخہ ۱۱/اگست ۲۰۲۱ء روز بدھ کو ماہ محرم الحرام کی پہلی تاریخ قرار پائی۔ اور مورخہ ۲۰/اگست ۲۰۲۱ء روز جمعہ کو ۱۰/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ (یوم عاشورہ) ہے۔

ملک کا نیا پارلیمنٹ ہاؤس اگلے سال تک

لوک سبھا کے اسپیکر اوم برلا نے کہا کہ نئی پارلیمنٹ کی عمارت کا تعمیراتی کام تیزی سے جاری ہے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ نئی عمارت آزادی کی 75 ویں سالگرہ یعنی 15 اگست 2022 سے پہلے تیار ہو جائے۔ پارلیمنٹ کی نئی عمارت تقریبا 971 کروڑ روپے کی لاگت سے بن رہی ہے۔ وزیر اعظم نریندر مودی نے 10 دسمبر کو اس کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔ تقریبا 60 ہزار مربع میٹر میں بننے والی یہ نئی عمارت موجودہ پارلیمنٹ ہاؤس کمپلیکس میں ہی بنائی جارہی ہے۔ اس تین منزلہ عمارت کا ڈیزائن سہ رخی ہے۔ سنگ بنیاد رکھنے کے وقت یہ ہدف مقرر کیا گیا تھا کہ نئی پارلیمنٹ کی عمارت کا تعمیراتی کام اکتوبر 2022 تک مکمل ہو جائے گا۔ لوک سبھا کے اسپیکر کا کا بیان واضح کرتا ہے کہ کووڈ کی وجہ سے نئی پارلیمنٹ کی تعمیر کا کام تیزی سے جاری ہے۔

کورونا ویکسین لگوانے کیلئے کسی کو مجبور تو نہیں کیا جارہا ہے؟ سپریم کورٹ

کورونا ویکسین کیلئے کلینیکل ٹرائل کے ڈیٹا کو عوامی طور پر لانے کی مانگ پر سپریم کورٹ نے مرکزی حکومت کو نوٹس جاری کر کے جواب طلب کیا ہے۔ ساتھ ہی کورٹ نے یہ بھی پوچھا ہے کہ کیا کسی کو ویکسین لینے کیلئے مجبور بھی کیا جارہا ہے۔ کورٹ نے صاف کہا ہے کہ کسی کو جبرا ویکسن نہ لگوائی جائے یا ویکسین نہ لگوانے کی وجہ سے کسی کی نوکری نہ چھینی جائے۔ مفاد عامہ کی درخواست کے ذریعے سپریم کورٹ میں دو مطالبات کیے گئے تھے۔ پہلا یہ کہ کورونا ویکسین کے کلینیکل ٹرائل کا ڈیٹا پبلک کیا جائے۔ دوسرا اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ کسی کو بھی کورونا ویکسین لینے پر مجبور نہ کیا جائے۔ ان دونوں سوالات پر مرکزی حکومت کو جواب داخل کرنا ہوگا۔ حالانکہ سپریم کورٹ نے واضح کیا کہ وہ ویکسین کے اثر پر کوئی سوال نہیں اٹھا رہے ہیں۔ عدالت کا کہنا ہے کہ نوٹس جاری کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ ویکسین پر کوئی شک ہے۔ بتادیں کہ کورونا ویکسین کے استعمال کی اجازت دینے سے پہلے اس کا کلینیکل ٹرائل کیا گیا تھا۔ یعنی پہلے جانوروں پر اور پھر انسانوں پر جانچ کر کے دیکھا گیا کہ کورونا ویکسین کتنی موثر ہے۔ اس کے کوئی ضمنی اثرات تو نہیں ہیں۔ اس سے انسانوں کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچے گا۔ مفاد عامہ کی درخواست میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ اس ڈیٹا کو پبلک کیا جائے۔ بتایا جائے کہ کتنے لوگوں پر ویکسین کا تجربہ کیا گیا ہے اور اس کے نتائج کیا ہیں۔ کیا یہ مکمل طور پر محفوظ ہے یا نہیں؟ درخواست گزار کا موقف ہے کہ جب تک تمام چیزیں منظر عام پر نہیں لائی جاتیں لوگوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات باقی رہیں گے۔ سپریم کورٹ نے اس پر مرکزی حکومت سے جواب طلب کیا ہے تا کہ شفافیت برقرار رہے۔ تاہم عدالت نے یہ بھی واضح کیا کہ صورتحال ایسی ہے کہ اس میں زیادہ سوالات نہیں اٹھائے جاسکتے۔ آج بھی لوگ کورونا سے مر رہے ہیں۔ حکومت کہہ رہی ہے کہ ویکسین ہی کورونا سے لڑنے کا واحد ہتھیار ہے۔ پھر بھی، ہم چاہتے ہیں کہ حکومت اپنا موقف رکھے۔ جسٹس ایل ناگیشور راؤ نے کہا کہ معاملہ اب بھی انتہائی نازک صورتحال میں ہے، پھر بھی حکومت کو اپنا موقف پیش کرنے دیں۔ درخواست میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مرکزی حکومت نے کورونا ویکسین کو کسی کے لیے بھی ضروری نہیں بنایا ہے۔ یہ رضا کارانہ ہے۔ اس کے بعد بھی لوگوں کو کئی جگہوں پر ویکسین لینے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ بہت سی کمپنیاں اپنے ملازمین کو ویکسین لینے پر مجبور کر رہی ہیں۔ بہت سی جگہوں پر، کچھ سرکاری سہولت یا سروس لینے کے لیے ویکسین کو بھی ضروری بنایا جارہا ہے۔ یہ غیر قانونی ہے۔ سپریم کورٹ نے اس پر یہ بھی کہا کہ اگر ایک شخص بھی ویکسین نہیں لیتا تو وہ دوسروں کو نقصان پہنچا سکتا ہے لیکن یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ ویکسین کسی کو زبردستی نہیں دی جائے یا ویکسین کی وجہ سے کسی کی نوکری نہ چلی جائے۔ سپریم کورٹ نے مرکزی حکومت سے چار ہفتوں میں ان سوالات کے جواب مانگے ہیں۔

Volume:61/71,Issue:32 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

تم آسماں کی بلندی سے جلد لوٹ آنا
ہمیں زمیں کے مسائل پر بات کرنی ہے
(جمالی)

جمہوریت جاسوسوں کے نرغے میں

معصوم مرادآبادی

جمہوریت میں فرد کی آزادی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہیں اور ہمارے جمہوری ادارے ہر قسم کے دباؤ سے آزاد ہوکر اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں۔ لیکن اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں جمہوریت، جمہوری اداروں کی خودمختاری اور بنیادی انسانی آزادی کا تصور آخری سانسیں لے رہا ہے۔ ہماری جمہوریت کو جاسوسوں نے اپنے نرغہ میں لے لیا ہے۔ اس کا تازہ ثبوت وہ جاسوسی اسکینڈل ہے جس نے پوری دنیا میں تہلکہ مچا رکھا ہے۔ اسرائیل کے تیار کردہ 'پیگاسس اسپائی ویئر' کے ذریعہ دنیا میں جن پچاس ہزار لوگوں کی ہمہ وقت نگرانی کی جارہی تھی، ان میں ہندوستان کی بھی 300 شخصیات کے نام منظر عام پر آئے ہیں۔ ان میں اپوزیشن لیڈروں، سرکردہ صحافیوں، سپریم کورٹ کے ججوں، انسانی حقوق کے کارکنوں، تاجروں اور خود مرکزی کابینہ کے بعض وزیروں کے نام شامل ہیں۔ جاسوسی کا شکار ہونے والوں میں بیشتر وہ لوگ ہیں جن سے حکومت کسی بھی معنوں میں خوفزدہ ہے اور ان کی حرکت وعمل پر نگاہ رکھنا چاہتی ہے۔ جن لوگوں کی ہمہ وقت جاسوسی کی جارہی تھی، ان میں کانگریس کے سابق صدر راہل گاندھی بھی شامل ہیں۔

جس وقت یہ جاسوسی اسکینڈل سامنے آیا، اسی وقت پارلیمنٹ کا مانسون اجلاس شروع ہوا۔ اپوزیشن نے اس کے خلاف زبردست احتجاج کیا اور پارلیمنٹ کی کارروائی ٹھپ کردی۔ حکومت حسب عادت اسے ملک کو بدنام کرنے کی سازش قرار دے کر رفع دفع کرنے کی کوشش کررہی ہے اور کسی ایسی جانچ سے بھی پہلوتہی کررہی ہے جس کے ذریعہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوسکے۔ حالانکہ فرانس نے، جہاں یہ جاسوسی اسکینڈل بے نقاب ہوا ہے، اس کی تہہ تک جانے کے لیے باضابطہ تحقیقات کا اعلان کردیا ہے۔ لیکن ہمارے یہاں ایسی کوئی امید نہیں ہے، کیونکہ یہ حکومت اپنے ناقدین کو ڈرا دھمکا کر، ای ڈی اور انکم ٹیکس کے چھاپے ڈلوا کر خاموش کردینے کی پالیسی پر گامزن ہے۔

پیگاسس جاسوسی اسکینڈل کے پس منظر میں جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ موبائل میں نقب زنی کرنے کا حق حاصل کرنے کے لیے وزارت داخلہ نے 20 دسمبر 2018 کو ایک حکم نامہ جاری کیا تھا، جس کے تحت حکومت ہند کی 9 خفیہ ایجنسیوں اور دہلی پولیس کو انٹرنیٹ وموبائل میں جاسوسی اور نقب زنی کی قانونی اجازت مل گئی تھی۔ دوسال قبل جب کیلی فورنیا کی ایک عدالت میں فیس بک نے یہ انکشاف کیا کہ ہندستان سمیت کئی ملکوں میں 'پیگاسس اسپائی ویئر' کا استعمال کرکے اس کے صارفین کے موبائل کی سبھی معلومات حاصل کی جارہی ہیں تو سافٹ ویر بنانے والی اسرائیلی کمپنی نے اسے قبول کرتے ہوئے کہا کہ وہ صرف خودمختار ملکوں کے خفیہ اداروں کو ہی 'پیگاسس' فراہم کرتی ہے۔ کیلی فورنیا کی عدالت نے 16 جولائی 2020 کو اپنے فیصلے میں فیس بک کی طرف سے لگائے گئے الزامات صحیح پائے۔ اب مغربی ملکوں کے اخباروں نے انکشاف کیا ہے کہ حکومت ہند اپنے کچھ وزیروں، سپریم کورٹ کے ججوں، اپوزیشن لیڈروں، درجنوں صحافیوں، تاجروں اور حقوق انسانی کے کارکنوں کے فون اس اسپائی ویئر کے ذریعہ ٹیپ کررہی ہے۔ اپوزیشن کا الزام ہے کہ حکومت اس معاملے کو بھی غیرملکی سازش قرار دے کر کمزور کرنے کی کوشش میں ہے۔ لیکن حکومت کی پریشانی یہ ہے کہ اس جاسوسی اسکینڈل کا انکشاف کرنے والوں میں ایمنسٹی انٹرنیشنل اور امریکی اخبار 'واشنگٹن پوسٹ' کا اشتراک ہے۔ اس لیے اس سے وابستہ حقائق کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی انھیں جھٹلایا جاسکتا ہے۔

میڈیا رپورٹوں کے مطابق فرانسیسی میڈیا تنظیم 'فوربڈن اسٹوریز' اور انسانی حقوق کی عالمی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل کو پچاس ہزار سے زیادہ فون نمبروں کی فہرست تک رسائی ملی ہے، جو اسپائی ویئر بنانے والی اسرائیلی کمپنی این ایس او کے سافٹ ویئر پیگاسس کو استعمال کرنے والے ملکوں کے ممکنہ اہداف تھے۔ اس کمپنی کا سب سے معروف سافٹ ویئر 'پیگاسس' ہے جو کہ ایپل کمپنی کے آئی فون اور اینڈرائڈ فون تک خفیہ طریقے سے رسائی حاصل کرکے ان کی جاسوسی اور نگرانی کرسکتا ہے۔ کمپنی کے مطابق ان کا یہ اسپائی ویئر دنیا کے 40 ملکوں میں 60 حکومتی صارفین کے استعمال میں ہے۔ 'واشنگٹن پوسٹ' کے مطابق این ایس او کمپنی کے 750 ملازمین ہیں اور گزشتہ برس کمپنی کی سالانہ آمدنی 24 کروڑ ڈالر سے زیادہ تھی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ پیگاسس خریدنے کے لیے اسرائیلی حکومت کی اجازت درکار ہوتی ہے، کیونکہ اس کی خرید وفروخت کی تمام دستاویزات مکمل طور پر خفیہ رکھی جاتی ہیں۔

پیگاسس بنانے والی کمپنی کا یہ بھی کہنا ہے کہ ان کا سافٹ ویئر دہشت گردوں اور جرائم پیشہ عناصر کے خلاف استعمال کرنے کے لیے بنایا گیا ہے اور کمپنی اس سافٹ ویئر کو صرف ان ہی ملکوں کو فروخت کرتی ہے جو انسانی حقوق کے بارے میں اچھا ریکارڈ رکھتے ہوں۔ یہ سافٹ ویئر ای میل یا میسیج بھیجے جانے والے لنک پر کلک کرتے ہی جاسوسی کرنے والے کو متاثرہ فون تک مکمل رسائی فراہم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ فون کا کیمرہ، مائک وغیرہ استعمال کرکے فون پر یا اس کے قریب ہونے والی بات چیت سن اور ریکارڈ کرسکتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس کسی کے فون میں یہ اسپائی ویئر لوڈ ہوجاتا ہے اس کی ہر سرگرمی اور نقل وحرکت جاسوسی کرنے والوں تک براہ راست پہنچتی ہے۔

اسرائیلی کمپنی کا دعویٰ ہے کہ اس نے یہ جاسوسی سافٹ ویئر دہشت گردوں اور جرائم پیشہ افراد کی نگرانی کے لیے ایجاد کیا ہے، لیکن جو نام منظر عام پر آئے ہیں ان میں نہ تو کوئی دہشت گرد ہے اور نہ ہی جرائم پیشہ بلکہ اس کی زد میں آنے والے تمام ہی لوگ یا تو حکومت کے سیاسی مخالفین ہیں یا پھر اس کی پالیسیوں پر تنقید کرنے والے صحافی اور سماجی کارکن ہیں۔ اس جاسوسی کا شکار ہونے والے کانگریسی لیڈر راہل گاندھی کا کہنا ہے کہ ''پیگاسس ایک سافٹ ویئر ہے جس کی اسرائیل کی جانب سے دہشت گردوں کے خلاف استعمال کئے جانے کی درجہ بندی کی گئی ہے، مگر وزیراعظم اور وزیر داخلہ امت شاہ نے اس ہتھیار کا استعمال ریاست ہند اور جمہوری اداروں کے خلاف کیا ہے۔'' راہل گاندھی نے اس معاملے کی عدالتی جانچ کا مطالبہ کرتے ہوئے مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ سے استعفیٰ طلب کیا ہے۔ یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے کہ حکومت اپنے سیاسی یا نظریاتی مخالفین کی جاسوسی کرتی ہوئی پائی گئی ہے۔ اس سے پہلے بھی اس قسم کے واقعات ہوئے، لیکن فرق یہ ہے کہ اس وقت حکومت نے اپنی غلطی تسلیم کی اور اس کا مداوا بھی ہوا، لیکن فی الوقت اس کا کوئی امکان نظر نہیں آرہا ہے۔ کیونکہ یہ حکومت کھلے عام جمہوری آزادیوں پر حملہ آور ہے۔

جہاں تک قومی سلامتی کے نقطہ نظر سے کسی کی سرگرمیوں کی نگرانی کرنے کا سوال ہے تو حکومت کے پاس اس کی محدود طاقت موجود ہے، لیکن ہیکنگ کرنا ہندوستان میں قابل سزا جرم ہے۔ ہندوستانی ٹیلی گراف ایکٹ 1885 کی دفعہ 5(2) اور آئی ٹی ایکٹ مجریہ 2000 کی دفعہ 69 ملک کی سلامتی، تحفظ، دیگر ملکوں سے دوستانہ تعلقات یا عوامی نظام کو خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں ٹیلی فونک گفتگو اور الیکٹرانک ڈاٹا کو انٹرسیپٹ کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ حالانکہ اس طاقت کے استعمال کو سپریم کورٹ نے 1996 کے ایک مقدمے میں محدود کرتے ہوئے فیصلہ سنایا تھا کہ انٹرسپشن کا حکم صرف مرکزی داخلہ سیکریٹری یا صوبائی حکومتوں کے داخلہ سیکریٹری ہی دے سکتے ہیں۔ انھیں ایک ہفتے کے اندر ایک جائزہ کمیٹی کو بھیجنا ضروری ہے، جس میں انٹرسیپٹ کئے گئے لوگوں کی تفصیل ہو۔ نگرانی کی دوماہ کی مدت طے کی گئی ہے، جسے 6 ماہ سے زیادہ نہیں بڑھایا جاسکتا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ہیکنگ ہندوستان میں غیرقانونی ہے، سوائے اس کے کہ قومی سلامتی کو خطرہ لاحق ہو۔ لیکن اس معاملے میں ایسا بالکل نہیں ہے کیونکہ جن لوگوں کے موبائل کی جاسوسی کی گئی ہے وہ کسی بھی اعتبار سے قومی سلامتی کے لیے خطرہ نہیں ہیں۔ جاسوسی آئی ٹی ایکٹ میں ایک جرم ہے جس کے لیے تین سال کی سزا یا پانچ لاکھ تک کا جرمانہ یا دونوں کی گنجائش ہے۔ کسی اور کے فون کو کنٹرول کرنا یا اسپائی ویئر سے ہیکنگ واضح طور پر نجی آزادی کے حق کی خلاف ورزی ہے۔ اس لیے پیگاسس جیسے جاسوسی ویئر سے نگرانی بھی غیرقانونی ہے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطہ اور واٹس آپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔
Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

WEEK ENDING- 16/08/2021, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail : naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 9473371988

Scanned with CamScanner